اسلامیہ پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی دہلی کا پہلا رسالہ

خلافت عثمانی

قرآن مجید۔ تفاسیر۔ احادیث۔ تواریخ عربی سے اس امر کو ثابت
کیا گیا ہے کہ سلطان ترکی مذہبی پہلو سے خلیفہ ہو سکتے ہین

مصنفہ

میرزا حیرت مالک و اڈیٹر کرزن گزٹ دہلی و سکرٹری کمپنی

اسلامیہ پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی دہلی کی طرف سے

سنہ ۱۹۰۱ء

باہتمام میرزا حیرت

کرزن پریس واقع شاہ گنج دہلی مین چھپا

اشتہار خلافت شیخین

مؤلفہ و مرتبہ مرزا حیرت

اُردو مین یہ پہلی کتاب ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حالات مین لکھی گئی ہے۔ تمام واقعات پر سیاسی اور تاریخی پہلو پر بحث کیگئی ہو اور تمام واقعات ماضیہ کو آئینہ کر کے دکھادیا ہے بڑی بات جو اس کتاب مین ہو وہ یہ ہے کہ شیعی اور سُنّی معتبر کتابون سے مضامین اخذ کیے گئے ہین اور دونون فریق کی مستند کتابون کو پہلو بہ پہلو رکھ کے جانچا ہے۔ غور سے دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخین کے معاملہ مین ایک حد تک سنی اور شیعون کی کتابین متحد اور متفق ہین۔ اور سب نے یکزبان ہو کے دونون صحابہ کی راستبازی۔ تقدس اور حقوق خلافت کی شہادت دی ہے۔ ہمین شیعی اصحاب کی مستند کتابون سے شیخین کے وہ حالات ملے ہین جو سُنی مذہبی کتب اور تاریخون مین کہین اُن کا ذکر نہین ہے۔ وہ واقعات صحابہ کی محبت اہل بیت اور عظمت ظاہر کرتے ہین اور دکھاتے ہین کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آپ کا کیا تعلق تہا۔ اور کس اتحاد سے سب ملکے اشاعت دین خدا مین کوشش کرتے تھے۔ ہم نے اُن روایتون کو بہی درج کردیا ہے جو شیعی کتب مین شیخین کی مخالفت مین مرقوم ہین۔ اور دکھایا ہے کہ ایک ہی کتاب مین موافقت اور مخالفت کا رنگ کسطرح کوٹ کوٹ کے بھرا ہوا ہے۔ ہم نے اِس بات کو ثابت کردیا ہے کہ یہ مخالف اور موافق دو قسم کے مضامین کیونکر اور کس صورت سے کتابون مین درج ہوگئے اور اِن کی تاریخ کیا ہے کیونکہ دنیا کی کسی زبان مین ایسی کوئی کتاب نہو گی جسمین ایسا بین اور علانیہ تضاد پایا جاتا ہو۔ بہرحال جو کچھ خلافت شیخین مین لکھا گیا ہے وہ ایک انقطاعی فیصلہ ہے۔ سُنی اور شیعی مذہبی روایتون کا اور ہمارے خیال مین ایسا بے رو رعایت فیصلہ تاریخی اور سیاسی پہلو پر نہین کیا گیا۔ کاغذ اعلے درجہ کا ڈبل ولایتی لگایا گیا ہے کتاب مجلد ہے اور قیمت عـہ روپیہ علاوہ محصولڈاک ہو۔ کرزن پریس دہلی سے ملسکتی ہے +
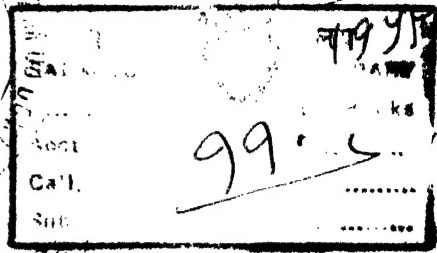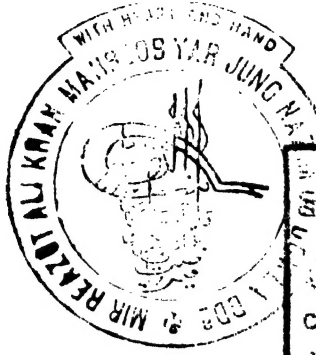
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فیصلۂ خلافت

ایک سخت اور مہلک غلط فہمی اِس بیّن اور روشن مسئلہ مین پھیلی ہوئی ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق خلیفہ قوم قریش کے سوا اور کسی قوم مین نہین ہوسکتا۔ اور جو سلطان قوم قریش سے نہین ہے اُسے خلیفہ بننے کا کسی طرح بھی حق حاصل نہین مَین تھوڑی دیر کے لیئے ناظر کی توجہ نص قرآنی پر مبذول کرنا چاہتا ہون۔ اِسکے بعد اِس حدیث پر مُفصّل بحث کرونگا۔ قرآن مجید مین خداوند تعالی یہ فرماتا ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم الخ اِس آیت شریف مین پہلے تو خود خداوند تعالےٰ اپنی اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ اُسکی اطاعت سے غرض اُسکے اوامر کی تعمیل کرنی یعنی قرآنِ مجید کے احکام کو ماننا اور اُن پر عمل کرنا ہے۔ دوسرا حکم رسُول کی اطاعت ہے۔ اِس سے غرض سُنّتِ نبویؐ پر سرِ تسلیم خم کرنا اور اُن پاک اور روشن ہدایات پر چلنا جو رسالت مآب پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہین۔ تیسرا حکم اُس شخص کی اطاعت کے لیئے دیا گیا ہے جو صاحب امر یعنے حکومت ہو۔ اب اِسمین قریش اور غیر قریش کی تخصیص نہین ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہ نے عام مُسلمانون سے خطاب کیا ہے۔ اُن عام مُسلمانون مین

قریش بھی شامل ہین اور وہ نومسلم بھی شامل ہین جو پہلے بُت پرست تھے یا مجوسی یا یہود یا نصارٰے۔ غرض جو لوگ کتاب اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لائے اُن ہی سے خطاب کیا گیا ہے۔ خواہ وہ عرب کے رہنے والے ہون یا افریقیہ کے۔ مصر کے رہنے والے ہون یا ہندوستان کے۔ یورپ کے رہنے والے ہون یا روس اور وسط ایشیا کے چین کے رہنے والے ہون یا جاپان کے۔ ہان اگر لفظ منکم سے زبردستی کھینچ تان کر اُن ہی لوگون سے مطلب لیا جائے جو خود وحی کے نازل ہونیکے وقت موجود تھے۔ اور جن کے آگے رسولِ اکرم نبیؐ برحق نے یہ آیت پڑھی۔ تو تمام احکام قرآنی درہم برہم ہو جائینگے۔ اور پھر ہر حکم پر یہی خیال کرنا پڑے گا کہ یہ خاص اُن ہی مسلمانون کو دیا گیا ہے جو اُس وقت موجود تھے۔ پھر تمام دنیا کے مُسلمان گویا آزاد ہو گئے۔ اور اگر وہ نماز نہ پڑھین یا زکوٰۃ نہ دین تو اُنسے کچھ بازپرس نہین ہو سکتی۔

یہ خیال محض خلافِ قیاس معلوم ہوتا ہے۔ یہ منشار باریتعالیٰ ہو سکتا ہے نہ ہی وہ اپنے احکام اور اوامر کو کسی خاص مُلک کسی خاص قوم کسی خاص گروہ یا کسی خاص شخص کیلئے محدود نہین کرتا۔ اُسنے اپنے معصوم نبیؐ کو رحمۃ للعالمین کا لقب اسی لئے دیا ہے کہ اُسکی مقدس برکتون اور اُسکی پاک رحمتون کا دروازہ سب کے لئے یکسان کھلا ہوا ہے۔ اُس ہادیٔ برحق نے تمام امتیازیہ مدارج کو اُٹھا دیا حسب نسب کی قید کو بالکل اُڑا دیا۔ کوئی شخص نہ اپنے قریشی ہونے پر گھمنڈ کر سکتا ہے نہ ہاشمی ہونے پر نہ مکی مدنی ہونا زیادہ فضیلت کی نشانی ہے۔ نہ ہندوستانی یا چینی ہونا کچھ کم وقعتی کا باعث ہے۔ اللہ کے نزدیک وہی مکرم و معظم و محترم ہے جو متقی ہے۔ یعنی اللہ سے ڈرتا ہے۔ اُسکے اوامر پر چلتا اور اُسکے نواہی سے پرہیز کرتا ہے۔ چنانچہ خود خداوند تعالیٰ اپنے

فرقان حمید مین فرماتا ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم خدا کے نزدیک وہی زیادہ اکرم ہے جو زیادہ متقی ہے۔ اگر ایک مسلمان جو جوتیان سینے کا پیشہ کرتا ہے اور زیادہ متقی ہو مگر حسب نسب بیچارے کا کچھ نہین ہے وہ اُس قریشی یا ہاشمی شخص سے اچھا ہو جو خدا سے نہین ڈرتا۔ اُسکے اوامر پر چلتا ہے نہ نواہی سے پرہیز کرتا ہے۔ کیا ایک ادنیٰ درجہ کے مسلمان کو خود رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب پر فضیلت نہین ہے جو علاوہ ہاشمی اور قریشی ہونیکے خود نبی اکرم کے چچا تھے۔ کیا رسولِ خدا نے مختلف غزوات مین ہاشمیون اور قریشیون کا حبشی غلامون کو افسر بنا کر نہین بھیجا اور کیا اُس حبشی کی اطاعت کی اپنے محترم صحابہ کو تاکید نہین فرمائی۔ اِس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اِس آیت مین صرف قریش ہی سے خطاب نہین کیا گیا ہے بلکہ یہ خطاب عام مسلمانون کی طرف ہے۔

اِدھر باریتعالی حاکمون اور والیون کو عدل و انصاف کا حکم کرتا ہے اور اُدھر عامۃ مسلمین کو اُنکی اطاعت کا حکم دیتا ہے۔ اور اسی لیئے اُس نے یہ فرمایا یا ایہا الذین الخ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین۔ "امام کو حق ہے کہ رعیت پر خدا کے نازل شدہ احکام کے مطابق حکم دے۔ امانتون کو ادا کرے۔ پس جب امام ایسا کرے تو رعیت پر بھی حق ہو کہ اُسکی بات مانے اور اطاعت کرے"۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی امام سے غرض حاکم ہے۔ کیونکہ صاحب امر نہ کوئی مجتہد ہو سکتا ہے نہ مولوی نہ عالم۔ اب بڑی بات دیکھنی یہ ہے کہ اِس آیت کی تفسیر مین حضرت علی نے امام کیساتھ قریشی ہونے کی تخصیص نہین فرمائی بلکہ عام طور پر ہر ایسے امام کی نسبت فرمایا ہے جسمین مذکورہ بالا صفتین موجود ہون یعنے عادل ہو اور لوگون کی امانتین ادا کرے۔ ہمارا مطلب نکل آیا

کہ اِس آیت سے غرض کوئی خاص گروہ نہین ہے۔

اجماع اُمّت بھی حجّت ہی

فقہار نے اِس آیت سے بڑے بڑے اُصول استنباط کیئے ہین کیونکہ یہ آیت شریفہ اُصولِ فقہ کے مہمات اُصول پر مشتمل ہے۔ فقہار کا بیان ہو کہ اُصول شریعت چار ہین۔ کتاب۔ سُنّت۔ اجماع۔ قیاس۔ چنانچہ اِس آیت سے یہ چارون اصول مستنبط ہوتے ہین۔ اول کتاب وسنت اُنکی طرف اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول سے اشارہ ہوتا ہے۔ دوم اجماع وقیاس۔ اُنکی طرف واولی الامر منکم سے اشارہ ہے۔ تو اولی الامر منکم اجماعِ اُمت پر دلالت کرتا ہے کِسی مسلمان کو کیا حق حاصل ہو کہ جب ایک امر پر اجماعِ اُمّت ہو چکا اُسے نہ مانے۔ اور اپنی ڈیڑھ اینٹ کی الگ ہی چُنے۔ ایسے شخص کی نسبت جو اجماعِ اُمّت سے علیحدہ ہونا چاہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے ہین صحیح بخاری کے باب السمع والطاعۃ للامام مالم تکن معصیۃ مین یہ حدیث مروی ہے۔

> "جُس نے میرے امیر سے کوئی ایسی بات دیکھی جسے اُس نے ناپسند کیا ہو تو اُسے صبر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ شخص جسنے جماعت سے ایک بالشت بھر بھی مُفارقت کی تو گویا جاہلیت کی موت مرا۔"

اب بحث یہ ہو کہ خداوند تعالی نے جس شخص کی جزمی اور قطعی طور پر حکم دیا ہو اُس کا معصوم ہونا ضرور ہے کیونکہ اگر وہ معصوم عن الخطا نہوگا تو اقدام علی الخطا کا شائبہ اُسمین ضرور پایا جائے گا تو پھر ایسا شخص نہ قابل اطاعت ہوسکتا ہو اور نہ خداوند تعالی ایسے شخص کی اطاعت کے لیئے کوئی جزمی یا قطعی طور کا حکم نافذ فرماتا ہے۔ بعض علما کا خیال یہ ہو مگر مین اِسے تسلیم نہین کرتا کیونکہ اسلام نے سوائے انبیا علیہم السلام کے کسی کو معصوم نہین مانا ہے

اور یہان نبی برحق کے بعد اولی الامر کا مرتبہ قرار دیا گیا ہی تو معلوم ہوا کہ یہ ذات جسپر اولی الامر کا اطلاق ہوا ہی نبی مکرم و معصوم سے علیحدہ ہی۔ جب علیحدہ ہوئی تو صفت عصمت اُسپر عائد نہین ہوسکتی۔ اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کیساتھ اولی الامر کی اتنی فضیلت بڑھائی جائے کہ وہ خیر البشر کا ہم پلہ قرار دیا جائے تو معاذ اللہ پھر یہ لازم آئیگا کہ نبی برحق خداوند تعالی کے ہم پلہ قرار دیئے جائین۔ حالانکہ ایسا خیال کرنا ہمارے مذہب مین کفر سے بھی بڑھکر کفر ہے۔ اِس خیال پر کہ اولی الامر سے مراد کسی معصوم ہستی سے ہی۔ خود ہمارے امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر مین قہقہ اُڑایا ہی۔ جہان وہ فرماتے ہین کہ یہ خیال محض بے سروپا ہی۔

اب دوسری بحث یہ ہی کہ بعض علما کا یہ خیال ہی کہ اولی الامر سے خلفائے راشدین مراد ہین۔ اسپر بھی ذرا خیال کرنا چاہیئے۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے اور اِسے مان لیا جائے کہ اولی الامر سے مراد خلفائے راشدین ہین تو اس سے ایک بڑی قباحت یہ لازم آتی ہی کہ چار خلفا پر اطاعت تمام ہوگئی۔ اب اُن کے بعد اگر کوئی امیر ہو یا خلیفہ اُسکی اطاعت واجب نہین ہی تو اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ خداوند تعالی کا منشا یہ ہی کہ ہمیشہ فساد ہوتا رہے (معاذ اللہ) دوسرا منشا یہ ہی کہ پھر کوئی امیر ہی مُسلمان نہو اور کل مسلمان بے سری بھیڑونکی طرح سے پہاڑون مین ٹکرا ٹکرا کر جان دیدین۔ اور اِسلام خلفائے راشدین ہی پر ختم ہوجائے۔ کیا نعوذ باللہ کوئی شخص بھی باریتعالی کی نسبت ایسا خیال کرسکتا ہی کہ اُسکا منشا ایسا ہو جو اوپر بیان ہُوا۔

اکثر احادیث صحیحہ ایسی موجود ہین جنمین قریش تو قریش حتی کہ حبشیون کی اطاعت کا حکم دیا ہی۔ جنمین سے ایک حدیث مین ابھی نقل کرون گا۔

اسکے بعد اب یہ دکھانا ہے کہ اور علما کا خیال کیا ہی اور وہ اولی الامر سے مراد کیا لیتے ہین۔ چنانچہ بعض علما کا یہ خیال ہی کہ اولی الامر سے وہ اُمرا مراد ہین جو سریون پر بھیجے جاتے تھے۔ چنانچہ سعید بن جبیر نے بیان کیا ہی کہ یہ آیت عبد اللہ بن حذافہ سہمی کے باب مین نازل ہوئی ہی۔ جبکہ اُنھین آنحضرتؐ نے ایک سریہ کا امیر بنا کر بھیجا تھا اور اُس مین عمار بن یاسر بھی تھے۔ ان مین چونکہ باہمی کوئی اختلاف واقع ہُوا جسپر یہ آیت نازل ہوئی اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ اولی الامر سے وہی اُمرا مراد ہین جو سریون پر بھیجے جاتے تھے اور یہ بھی مان لین کہ اولی الامر سے مراد عبد اللہ بن حذافہ سہمی ہین تو پھر غضب یہ ہوگا کہ تخصیص لازم آئیگی اور پھر قرآن مجید کی ہر آیت پر یہ خیال کیا جائے گا کہ یہ اسی محل اور موقع کیلئے نازل ہوئی تھی۔ جب اُسکی ضرورت ہوئی تھی۔ اب اُسکی طرف توجہ کرنا یا اُس حکم کو ماننا جو اُسمین موجود ہی لازم نہین آتا۔ ہر آیت کا ایک شان نزول موجود ہی۔ جب کوئی موقع یا اتفاق اس قسم کا درپیش آیا کہ اُسمین حکم خدا کی ضرورت ہوئی فوراً وحی نازل ہوئی تو کیا اُس وحی کو یہ سمجھ لیا جائے۔ چونکہ اسکا نزول ایک خاص موقع کے لیئے ہوا تھا اسلیئے وہ آیندہ زمانہ مین صادق نہین آسکتی۔ یہ خیال کسقدر رکیک ہی اور منشائے باریتعالیٰ سے کتنا دور پڑ جاتا ہی۔

یہ مانا کہ جب عبد اللہ بن حذافہ سہمی اور عمار بن یاسر مین اختلاف ہوا تو اُس وقت اختلاف کو کھونے اور عمار بن یاسر کو عبد اللہ بن حذافہ سہمی کا مطیع کرنیکے لیئے خدا کا یہ حکم نازل ہُوا۔ اسکے یہ معنی ہین کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے آیندہ کے لیئے اس امر کا تصفیہ کر دیا کہ جب کوئی اسطرح سے امیر بنے اُسکی اطاعت جملہ مومنین پر واجب ہے ایک ہی حکم ایک ہی قسم کے جھگڑون کا قیامت تک فیصلہ کرنیکے لیئے خدا کی طرف سے نازل

ہوا کرتا تھا۔ اِسکے بعد یہ دیکھنا ضرور ہی کہ سعید بن جبیر کا یہ قول کچھ حجت نہین ہو سکتا کہ ہمین بغیر تسلیم کچھ چارہ ہی نہو۔ یہ ممکن ہی کہ جو کچھ سعید بن جبیر نے بیان کیا ہو وہ اصل مین اِس آیت کی شان نزول ہی۔ جسپر ہم بحث کر رہے ہین۔ مگر ممکن ہی کہ یہ قول نادرست ہو بلکہ یہ آیت اُسوقت نازل ہوئی ہو کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غلام کو ایک مہم مین فوج کا سرکردہ بنا کر روانہ کیا تھا۔ اور اُسکے ماتحت بڑے بڑے قریشی سردارون کو کام کرنے کا حکم دیا تھا۔ اُنہین خیال گزرا تھا کہ ہم ایسے شریف اور نجیب۔ ہم پر ایک غلام حکومت کرے گا۔ چنانچہ فوراً یہ آیت نازل ہوئی۔ جسنے صاف طور پر امیر المؤمنین اور خلیفۃ المسلمین ہونیکے لیئے قوم و ملک کی شرط اُڑا دی۔ اور یہی بعد ازان خلفانے بھی کیا سعد بن وقاص سپہ سالار میدان قادسیہ کون تھا۔ ایک غلام تھا جسکی ماتحتی مین بڑے بڑے افسر قریش کام کر رہے تھے اور کیا مجال تھی جو حسب نسب کا ذکر آتا یا کوئی قریشی سردار غلام کی ماتحتی مین رہنے سے کشیدہ خاطر ہوتا۔

اب ہم پھر اپنے اصلی مطلب کی طرف آتے ہین اور دکھاتے ہین کہ اگر بلا حجت و دلیل ہم سعید بن جبیر کا قول صحیح بھی تسلیم کر لین تو ہمین اتنا تسلیم کرنا پڑے گا کہ اُنھون نے آیت کی صرف شان نزول بیان کی ہی اور بس۔ کیونکہ اگر ہم اِس شان نزول کو نہ مانینگے تو کوئی دوسری اِسی قسم کی شان نزول ماننی پڑیگی۔ اِسلیئے سعید بن جبیر کی بیان کردہ شان نزول کا مان لینا کوئی قباحت نہین پیدا کرتا۔ نہ ہمارے دعوے مین اس سے کوئی ضعف پیدا ہوتا ہی۔

پھر اِسکے علاوہ ایک گروہ علما کا یہ قول ہی کہ اولی الامر سے مراد وہ لوگ ہین جو لوگون کو اُن کا دین سکھاتے ہین اور اُنپر احکام شرعیہ کا اظہار کرتے ہین یعنے وہ علما مراد ہین جو

تلقین دین اسلام کرتے ہین اور مسلمین کو احکام شریعت بتاتے ہین۔

مین اس رائے سے بھی اتفاق نہین کرتا۔ گو یہ روایت ثعلبی نے ابن عباس سے بیان کی ہو اور ساتھ ہی حسن بصری اور ضحاک کا قول بھی یہی سہے۔ ہمین سب سے پہلے واقعات پر نظر ڈالنی چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ خلفائے راشدین کے وقت سے آجتک کوئی مفسر کوئی محدث کوئی مجتہد بھی ایسا گزرا ہے کہ جو صاحب حکومت ہُوا ہو۔ اور اُسکی اِطاعت اُس مُلک کے مُسلمانون نے کی ہو۔ یہ دوسری بات ہو کہ خود شاہون مین بڑے بڑے فاضل ہوئے ہین۔ مگر اُنھون نے کبھی فتوے نہین دیئے۔ کبھی کسی معاملہ یا مسئلہ مین اجتہاد نہین کیا۔ مین سب سے پہلے چار مجتہدون کو پیش کرتا ہون۔ اوّل امام اعظم کو ہی لو۔ کب اُنھون نے دعوے کیا کہ اولی الامر کا اشارہ ہم جیسے لوگون کیطرف ہو۔ کب اُنھون نے کبھی کسی سے کہا کہ میری اِطاعت کرو۔ کب اُنھون نے اپنے استنباطی مسائل کے تسلیم کرانے مین کسی ایک شخص یا ایک گروہ پر زور دیا۔ اور کب اُنھون نے جب اُن سے کوئی مسئلہ دریافت کیا گیا۔ اشارتاً بھی سائل سے یہ کہا کہ بتائے ہوئے مسئلہ کو ضرور ماننا۔ یہ اِسلیئے تہا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اولی الامر کا اشارہ علما کی طرف نہین ہو۔ اور اگر یہ کہین کہ نہین وہ یقین کرتے تھے کہ یہ اشارہ علماہی کی طرف ہو۔ صرف اپنی کسر نفسی سے اُنھون نے ظاہر نہین کیا تو اس سے اُنپر ایک بہت بڑا الزام قائم ہوگا کہ اُنھون نے صِرف اپنی کسر نفسی کے خیال سے منشائے باریتعالی کو پلٹ دیا۔ اور بنو عباسی خلفاء کو برملا خلیفۃ المسلمین کہا نہ صرف زبان سے بلکہ تحریر مین لکھا اور سچے دل سے اقرار کیا۔ مگر نہین حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت میرا ہرگز یہ خیال نہین ہے۔ اُن کا اتقا اُنکی پرہیزگاری اُنکی دیانتداری اُن کا زہد و تقوے اُن کے ارادہ کا استقلال اُنکی مستحکم اور زبردست طبیعت کا مین قائل ہُون۔ مین کیا

سیجر آسبرن جیسے متعصب مورخ مانتے ہین اور وہ آپ کی تعریف مین رطب اللسان ہین اور اگر بفرض محال اسے بھی تسلیم کرلین کہ آپنے اپنی منکسرانہ شان کے خلاف دیکھا اور چونکہ آپکو حکومت سے انتہا درجہ نفرت تھی اسلیئے آپنے صاحب امر یعنی صاحب حکومت ہونا گوارا نہ کیا تو بھر یہ لازم آئیگا کہ اُنکے عالم و فاضل پُرشان شاگرد ابو محمدؒ و ابو یوسفؒ تو آپ کی وفات کے بعد آپکی اطاعت[۱] ضرور ہی کرتے۔ حالانکہ اُنہون نے ایسا نہین کیا بلکہ متعدد مسائل سے اپنے اُستاد سے اختلاف کیا ہے تو اِس سے یہ ظاہر ہوگیا کہ نہ امام اعظمؒ نہ اُنکے واجب التعظیم شاگرد نہ تو ثعلبی سے اِس امر مین متفق تھے نہ اُنہون نے حسن بصری اور ضحاک کے قول کو مانا تھا۔ بلکہ اُنہین معلوم تھا کہ اولی الامر سے مراد وہی لوگ ہین کہ جو مومنین کے جان و مال کی حفاظت کرتے ہین اسلام کی شان برقرار رکھنے کیلئے اپنی جان ہتیلی پر رکھکر میدان جنگ مین نکلتے ہین کافرونکو دائرہ اسلام مین لانا اور اسلامی ارکان کی اشاعت کرنا اپنا فرض جانتے ہین۔ نہ کہ وہ لوگ مراد ہوسکتے ہین جنکے ہاتھ مین نہ تلوار ہے نہ وہ لاکھون کرورون مومنین کی حفاظت کرسکتے ہین۔

---

[۱] اطاعت کے معنی مین کسیقدر خفیف سا اختلاف ہے علمائے معتزلہ تو اطاعت کی یہ تعریف کرتے ہین الطاعۃ ھی موافقۃ الارادۃ یعنے موافقت ارادہ کا نام طاعت ہے کسی شخص کے ارادہ کی موافقت کرنا گویا اُسکی طاعت کرنا ہے مگر علمائے اہل سنت و مفسرینؒ علمائے متکلمین طاعت کی تعریف یون کرتے ہین الطاعۃ ھی موافقۃ الامر لا موافقۃ الارادۃ یعنی موافقت ارادہ کا نہین بلکہ موافقت امر کا نام طاعت ہے۔ اِسکی دلیل یہ لکھی ہے کہ موافقت امر کا نام طاعت ہونے مین کوئی نزاع نہین ہے نزاع ہے تو اِس امر مین آیا جس شی کا حکم دیا جاتا ہے وہ اِسکا ارادہ بھی ہونا ضروری ہے یا نہین پس جب یہ ثابت ہوجائے کہ جس شی کا حکم دیا جاتا ہے وہ کبھی اُسکا ارادہ نہین ہوتا تو یہ بھی ثابت ہوجائیگا کہ طاعت سے مراد

موافقۃ الامر والارادۃ تفسیر کبیر ص ۱۲۰

پھر ایک گروہ کثیر علما کی یہ راے ہی کہ اولی الامر سے مراد سلاطین مراد لینا اولی ہی کیونکہ
اُمرا و سلاطین کے اوامر مخلوق پر نافذ ہوتے ہین تو اولی الامر کا حمل ان ہی پر اولی ہُوا
اور سب سے بڑی بات یہ ہی کہ آیت کا اول و آخر بھی اسی معنے سی مشابہت رکھتا ہی۔ پھر یہی گروہ
علما کا اپنے دعوے کے وجوہ بیان کرنے مین اور زور دیتا ہی اور کہتا ہے "آیت کا اول اسطرح
سے کہ خداے تعالی حکام کو اداے امانات اور رعایت عدل کا حکم دیتا ہی اور آیت کا آخر
اِس سے مناسبت رکھتا ہی کہ خدا نے امور مشکلہ مین کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنے کا
حکم دیا ہے اور سلاطین کیلیے زیادہ لایق ہی نہ علما کے لیئے۔
میری بھی یہی راے ہی اور مین اِس راے سے پورا اتفاق کرتا ہون۔ ایک بڑی بات جسکی
طرف علی الخصوص مین مسلمانون کی توجہ مبذول کرنا چاہتا ہون وہ یہ ہی کہ علما کے اِن
اختلافات سی جو اوپر بیان ہوئے یہ بات تو بدرجۂ اولی ثابت ہوگئی کہ اولی الامر سے مراد صرف
اہل قریش ہی نہین ہین بلکہ کوئی علما کو کہتا ہی کوئی ائمہ معصومین سے مراد لیتا ہی کوئی اُمرا
و سلاطین کیطرف زور دیتا ہی۔ کچھ ہو ہمارا مطلب تو کافی طور پر نکل آیا کہ بعض نافہم عیسائی
جو اولی الامر کو قریش ہی کے لیئے مخصوص کرتے ہین۔ یہ کبھی قیامت تک نہین ہوسکتا
فاضل مؤرخ سر ولیم میور نے اسلام کو بھی عیسائی مذہب سمجھ لیا کہ پوپ یا اور پادری جس
طرح کہ اپنے کلیسائی عہدون مین قوم و ملک و خاندان سے زیادہ فائدہ اُٹھاتے ہین
اسیطرح اسلام مین بھی کوئی ان باتون کا امتیاز رکھا گیا ہی اور قوم و ملک و خاندان کی
خصوصیت ہی۔ اسلام نے اِن بیہودہ امتیازیہ مدارج خاندانی کو اُڑا دیا اور اُس نے نیک
اعمال ہونیکو فضل ہونے کی نشانی قرار دی۔ کیا مسیحی مورخ نہین جانتے کہ دولتمند اور حسب
نسب سے اعلی اور نجیب الطرفین آقا عرب و مصر وغیرہ مین بڑی آزادی سے اپنے غلام کیساتھ

اپنی بیٹی کی شادی کر دیتا ہے۔ اور نہ اُسپر نہ اُسکے تمام خاندان پر انگشت نمائی یا طعنہ زنی کیجاتی ہے۔ کیا مسلمانون مین غلامون نے سلطنت نہین کی۔ کیا دہلی کے خاندان غلامان کے بادشاہ نائب خلیفۃ المسلمین نہین کہلائے۔ کیا بڑے بڑے قریش اور ہاشمی سرداروں اور علمانے اُنکی اطاعت واجب نہین جانی۔ پھر مین دریافت کرتا ہون کہ کیون اور کس لیئے فاضل میور نے زبردستی یورپ کو اور ہندوستان کے نافہم دیسی عیسائیون کو دھوکے مین ڈال رکھا ہے۔

ایک اور گروہ علما مذکورۂ بالا مفہوم پر زور دیکر لکھتا ہے کہ "خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اطاعتِ امر کے بارے مین مبالغہ کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے"۔ من اطاع امیری فقد اطاعنی ومن عصی امیری فقد عصانی ومن عصانی فقد عصی اللہ"۔

یہ ہین وجوہ جن سے اولی الامر کا حمل اُمرا و سلاطین پر اولی معلوم ہوتا ہے۔

ہمارے مفسر اعظم حضرت امام فخر الدین رازی کسیقدر اسطرف مائل معلوم ہوتے ہین کہ اولی الامر سے مراد علمائے دین ہی جن کا اجماع اجماع اُمت ہو سکتا ہے جو سب کے لیئے حجت ہوگا۔ مگر ہم جب اسپر غور کرینگے تو معلوم ہوگا کہ امام صاحب کی یہ رائے شاید اُنہین کے زمانہ کیلیئے موزون ہو کیونکہ آجکل جو کیفیت علما کی گزر رہی ہے اگر وہی اُس زمانہ مین بھی ہوتی تو امام صاحب علما کا نام اپنی کتاب ہی مین نہ لکھتے۔ علما کا اجماع کہان ہی۔ علمائے مقلدین و علمائے اہل حدیث باہم کیسا اختلاف رکھتے ہین۔ وہ تو وہ مقلد آپسمین سخت اختلاف رکھتے ہین اور غیر مقلد باہم ایک دوسرے سے کٹے مرتے ہین۔ عیدگاہ کی چاردیواری کے جائز یا ناجائز ٹھیرنے کے مسئلہ مین خود غیر مقلدون مین جنہین دوسرے لوگ وہابی کہتے ہین (حالانکہ مین اُنہین کبھی ان الفاظ سے یاد نہ کرون گا) وہ وہ اختلاف ہوا کہ گالی گلوج کی نوبت پہنچ گئی اور

دو گروہ سعیدیئے اور نذیریئے قایم ہوگئے۔ تو پھر امام صاحب کی یہ رائے اگرچہ صحیح ہو کہ اولی الامر سے مراد علمائے اہل حل و عقد ہین مگر اسے ہم ہنگامی رائے یا تجویز یا خیال یا استنباط کہین گے۔ اب وہ صادق کسیطرح نہین آسکتی۔ پھر اسی آیت کی تفسیر مین امام صاحب کو آگے چلکر یہ اقرار کرنا پڑا ہے کہ اولی الامر سے مراد ہان وہ سلاطین ہوسکتے ہین جو حق پر ہون فاسق نہون عابد زاہد ہون۔ اسلام اور مسلمانون کی حمایت اُن کا شیوہ ہو۔ بیشک اسے مین تسلیم کرتا ہون۔ چشم ما روشن دلِ ماشاد۔

ایک کمزور سی دلیل امام صاحب نے اپنے سرسری دعوے کے ثبوت مین یہ دی ہے۔ آپ فرماتے ہین چونکہ اوامرِ سلاطین پر عمل کرنا علما کے فتوون پر موقوف ہے اسلیئے دراصل اولی الامر علما ہی ہوئے۔" یہ سب سے زیادہ ضعیف دلیل ہے اور کچھ اسمین امام صاحب کی بیدلی سی پائی جاتی ہے۔ یہ عجیب اُلٹی منطق ہے۔ چونکہ رعایا کی وجہ سے سلطان ہوتا ہے اسلیئے رعایا ہی سلطان ہے اور چونکہ باپ کی وجہ سے بیٹے کا ظہور ہے اس لیئے باپ ہی بیٹا ہے چونکہ ریل بھاپ سے چلتی ہے اسلیئے بھاپ ہی ریل ہے۔ خالی فتوون کو کیا شہد لگا کر چاٹے۔ جبتک کہ سلطان اُن فتوون کے منانیوالا اور اُن فتوون کی عظمت قایم رکھنے والا نہو۔ خود خلفائے بنو عباس کے زمانہ مین کسی عالم یا مجتہد کا فتوے بغیر سیاست سلطانی اور انتظامِ ملکی کے چل سکا کیا کبھی علما کے کسی فتوے نے غنیم سے ملک کو بچالیا ہے۔ کیا کسی زمانہ مین قوانین جنگ کسی فتوے سے معلوم ہوگئے ہین کیا کسی فتوے نے دنیا مین کوئی کام دیا ہے جبتک تلوار نے اُسکا ساتھ نہ دیا ہو۔ انتظامی معاملات ملکی مین کس عالم کا فتوے لیا گیا۔ اور اگر لیا گیا تو وہ کہان تک مفید پڑا۔ علما کا دماغ صرف اسیقدر ہے کہ کسی مسئلہ مین خواہ اجتہاداً خواہ تقلیداً انہون نے کوئی بات کہدی۔ اب اُس کا منوانا اور یقین دلانا یا عملدرآمد کرنا یہ سلاطین کا کام ہے

تو اب علما محتاجِ سلاطین ہوئے یا سلاطین محتاجِ علما ہوئے۔

اگر امام اعظم صاحب نے قاضی القضاۃ بننے سے انکار کردیا تو اُن کے جلیل القدر شاگرد نے کیون خوشی خوشی یہ عہدہ قبول کیا کیا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ہارون رشید کو خلیفۃ المومنین اور امیر المسلمین نہ کہتے تھے۔کیا جب ہارون الرشید نے یہ درخواست کی تھی کہ مین یہ چاہتا ہون آپکی موطا کو کعبہ کے دروازہ پر لٹکا دون اور لوگون کو مجبور کرون کہ وہ اسپر چلین تو آپنے یہ جواب دیا تھا۔اے خلیفۃ المسلمین جس راہ پر وہ چل رہے ہین اُنہین چلنے دے شاید وہ ہی حق پر ہون۔اِس جواب سے کئی باتین پیدا ہوسکتی ہین اول تو اجماع علما محال دوسرے فتاوے یا مذہبی تصنیف کی اشاعت بزور سیاست ہونا۔تیسرے امام مالک کا خلیفۃ المسلمین کہکر ہارون الرشید سے خطاب کرنا۔گو مین علما اور سلاطین کو لازم وملزوم بھی کہسکتا ہون مگر ساتھ ہی اُسکے اتنا اور بڑھاتا ہون کہ سلطنت بکثرت علما اپنے لیئے پیدا کرسکتی ہی مگر علما اپنے لیئے سلطنت نہین پیدا کرسکتے۔ اسلام تو اسلام کسی دوسرے مذہب مین بھی اسکی مثال نہین ملتی کہ کسی گروہ علما نے کہین چھوٹی سی بھی سلطنت پیدا کرلی ہو اور پھر وہ دیرپا بھی ہوئی ہو۔ہر کسے را بہر کارے ساختند یہ بہت ہی درست اور صحیح ہی۔

اِس سے ثابت ہوگیا ہوگا کہ امام صاحب کی یہ رائے کہ اولی الامر سے مراد علما ہین کچھ ٹھیک نہین بیٹھتی۔

دوسرا مسئلہ اور بھی اِس آیت سے پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہی کہ اطاعت صرف ایک وقت موقت نہین بلکہ تا قیام قیامت ضروری وواجب ہی یعنی مسلمانون کو ضرور کسی نہ کسی کو خلیفہ ماننا پڑے گا۔اور جبتک قیامت نہو اُنہین بغیر خلیفہ کے جو اُن کے دین کی حمایت کرے رہنا

محال ہی کیونکہ اطیعوا اللہ سے فوراً یہ سمجھ مین آتا ہی کہ اِلیٰ وقتٍ کان۔ یعنے جبتک خدا ہو
اِس سے صاف ثابت ہوگیا کہ اطاعت فی کل الاوقات ضروری ہی۔ اگر ہم اِسکے خلاف ایک
وقت مخصوص اور کیفیت مخصوص مراد لین گے یعنی یہ کہینگے کہ اولی الامر سے خلفائے راشدین
مراد ہی تو آیت مجمل ہوگی مگر جب ہم عام طور سے مراد لین گے تو اُسوقت آیت مبنی ہی پس خدا
کے کلام کا حمل اسوجہ پر جو مبنی ہے اسوجہ پر حمل کرنیسے جو مجمل و مجہول ہی اولی ہی۔
یہ بارہا کہا جا چکا ہے کہ فرقان حمید کسی انسان کا کلام نہین ہے نہ یہ کسی خاص موقع کیلیے
موزون کیا گیا ہے بلکہ جب یہ خود ارشاد ہوا ہے کہ مین تمھارے دین کی تکمیل کر چکا اور اپنی
پوری نعمت تمہین دے چُکا تو کیا کوئی اُسکے احکامات کو ہنگامی اور وقتی سمجھکر اُسکے دین مین
نقص پیدا کرنا چاہتا ہی۔ نعوذ باللہ ہمارے خیال مین تو ایسا سمجھنے والا مسلمان نہین ہو سکتا۔
ہان اگر انجیل مقدس کیطرح چند افریقیہ کے وحشی بادیہ گردون اور اسکندریہ کے چند طلبہ نے
قرآن کی (معاذ اللہ) تصنیف کی ہوتی تو اُسکے بھی احکام شب و روز بدلتے رہتے اور ہر قرن
کے بعد اسمین بھی ترمیم ہوتی رہتی۔ مگر جب یہ اُس ذات کیطرف منسوب ہے جو غلطی اور فرو گزاشت
سے بالکل منزہ ہی تو پھر اُسکے روشن احکام مین نہ ترمیم کی ضرورت ہی نہ ہو سکتی ہی۔ عیسائی
اُسکی ترتیب کو خواہ کسیقدر نادرست ثابت کرنیکی کوشش کیون نکرین مگر یہ اُنہین بھی
اقرار کرنا پڑا ہے کہ یہ کلام معجز نما ہے اور تعجب ہوتا ہی کہ اس کلام مین سب سے زیادہ معجزہ یہ ہے
کہ یہ تیرہ سو برس سے کرورون قلوب پر حکومت کر رہا ہی اور اسکی حکومت اب تک ویسی ہی
پر زور اور قوی ہی جیسی اُسوقت تھی۔ برخلاف انجیل مقدس کے اسکی حکومت روز بروز قلوب
پر سے کم ہوتی جاتی ہی اور کیا عجب ہے کہ بہت جلد جاتی رہے۔
تو اب یہ ثابت ہوگیا کہ جب ایک کتاب کا اثر ایسا دائمی ہی تو ضرور اُسکے احکام بھی دائمی

اور باقی ہونگے۔ اور جسطرح وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت پر صادق آتے تھے اور جسطرح خلفائے راشدین کے زمانہ پر ان کا اطلاق ہوتا رہا اور جسطرح عہد بنو امیہ بنو عباس بنو فاطمہ وغیرہ مین اسکے احکام بے کم و کاست تسلیم کئے جاتے تھے ایسے ہی اب بھی تسلیم کیئے جاتے ہین جب کہ پرانے خداؤن کی حکومت کو زوال آچکا ہے بلکہ صفحہ ہستی سے اُن کی حکومت مٹ چکی ہے جبکہ دیرینہ اعتقادات مین ضعف طاری ہوتے ہوتے اب اُن مین رمق سی جان باقی رہگئی ہے۔ اور جبکہ تمام قدیمی اقوام کے معبود ہمیشہ کیلئے گہری نیند سو چکے ہین۔ الحمد للہ کہ فرقان حمید کا خدا اُسیطرح زندہ و توانا ہی اور اُسکی حکومت دلون پر اُسی زور و قوت کیساتھ سلامت ہی جیسی پہلے تھی۔ اور اسمین ذرا سا بھی فرق نہین آیا ہے کوئی مسلمان خواہ افریقیہ کا رہنے والا ہو یا ترکی کا۔ یورپ کا رہنے والا ہو یا امریکہ کا چین کا رہنے والا ہو یا ہندوستان و جاپان کا۔ جس وقت کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے تمام جوش نئے سرے سے اُسمین عود کر آتا ہے۔ اُسکی رگون مین محمدؐ و ابراہیم اور عیسےٰ و موسیٰ کے سچے خدا کی محبت کا گرم گرم خون دوڑنے لگتا ہے اور اُسکے دل سے روشن اور برحق اعتقادات کا ایک چشمہ اُبلتا ہی۔ اور پھر وہ اپنے ذوالجلال رب کا شکر ادا کرتا ہی۔ کہ اُس نے اُسے ایسا زندہ۔ توانا اور پرزور مذہب دیا جسکے دو کلمے کرورہا دلون کو مسخر کرنے کیلئے ایک عظیم الشان معجزہ کا اثر رکھتے ہین۔ پھر کون نادان یہ خیال کر سکتا ہی کہ اُس کے احکام کسی خاص قوم کسی خاص ملک کسی خاص موسم کیلئے محدود ہین اور اُس سے غیر پر صادق نہین آسکتے۔ یہ لوگ گویا خدائے عزوجل کی عام رحمتون کا سدِّباب کرنا چاہتے ہین اور نہین چاہتے کہ اُسکے اور بندے بھی اِس سے فیضیاب ہون۔ اِسیطرح جنہون نے صرف قوم قریش ہی مین خلافت کو محدود کر دینے کا عزم کیا ہے وہ بھی اِن ظالمون اور خود غرضون مین ہین

جو اللہ کی رحمت کو محدود کے چند لوگون پر خاص کرنا چاہتے ہین۔ حالانکہ یہ منشا نہ خود باریتعالی کا ہے نہ محمد عربی اُسکے رسول صادق کا۔

اب ہم اِس روشن آیت کی طرف ناظر کی توجہ مبذول کرنا چاہتے ہین اور دکھاتے ہین آیا آیت سے بھی دوامی اطاعت کا حکم پایا جاتا ہی یا نہین۔ اول اطیعوا اللہ ہی اِس مین آیت مضاف کی گئی ہے اللہ کے لفظ کیساتھ۔ اس سے لازمی وضروری ہوا کہ اطاعت دوامی ہو۔ اِسیطرح اطاعتِ رسول کہ اطاعت یا اتباع سنت سے مراد ہی۔ دائمی ہوئی۔ اب ایک بڑی بھاری بات اِس سے یہ ثابت ہوئی کہ اطاعت اللہ کے معنی کلام مجید کے احکامات پر چلنا ہی! اور اطاعت رسول کے معنی جیسا ہمنے ابھی بیان کیا ہی سنتِ نبوی کا اتباع ہی۔ چونکہ خلفا کا کوئی خاص دستور العمل نہین ہوتا اسلیئے ہر زمانہ مین جو خلیفہ ہو اُسکی اطاعت واجب ہے۔

ہم کیا۔ بڑے بڑے فقہا مجتہدین اور محدثین نے اُن خلفا کی اطاعت کی ہی جو وقتًا فوقتًا یکے بعد دیگرے تخت خلافت پر جلوہ فگن ہوتے رہے۔ بنو امیہ خلیفہ کہلائے جاتے تھے۔ بنو عباس سب خلیفہ تھے یہ بات دوسری ہی کہ ہم کسی خلیفہ کی غلط کاریون کا رونا لے بیٹھین اور کہین کہ اُس نے یہ یہ مظالم کیئے۔ جبکہ ہم سوائے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو معصوم نہین سمجھتے۔ اور قبول کرتے ہین کہ غیر رسول مین خطا کا احتمال ممکن ہی پھر کیون بعض خلفا کی غلط فہمیون یا اجتہادی خطاؤن سے یہ بات ثابت کرین کہ وہ خلیفہ نہ تھا۔

اِن کی تحریرون مین خلیفۃ المسلمین لکھا جاتا تھا بڑے بڑے علما اُن کے نامون کا خطبہ منبر پر پڑھا کرتے تھے۔ مین ایک دلچسپ خط خلیفہ ہارون الرشید کا نقل کرتا ہون جو شاہ مشرقی یعنے قیصر روم کو اُسوقت بھیجا گیا تھا جب کہ اُسنے خراج دینے سے انکار کیا تھا چنانچہ وہ خط یہ ہی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خلیفۃ المسلمین امیر المومنین ہارون الرشید کیطرف سے سگ رومی کو معلوم ہو کہ او کافر کے بچے تو میرے جواب کا منتظر نہ رہ۔ تو دیکھے گا کہ کیا ہوتا ہے"

موسیو لیبان ایک بے نظیر فرانسیسی محقق لکھتا ہے کہ آخر اس سگ رومی نے خراج دینے پر اپنی نجات ڈھونڈی کیونکہ خلیفہ نے اسکی سلطنت زیر و زبر کر ڈالی تھی۔

اب ایک بات اور بھی دیکھنی اس آیت مین باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ جو شان اطیعوا اللہ کی ہے وہ اطیعوا الرسول کی نہین ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی نے دو جگہ طاعت کا لفظ ارشاد فرمایا اصل یہ ہے کہ سبحانہ تعالی کی یہ تعلیم بہت بڑے ادب پر مبنی ہے اُس نے اِس بات کو بتا دیا ہے کہ اُسکا نام اور اُسکے غیر کا نام ایک ہی حکم مین جمع نہین ہو سکتا۔ اُس ذوالجلال والاکرام نے اپنی بڑی شان معبودیت اسمین ظاہر کی ہے۔ تو اب دو تقسیمین ہو گئین۔ ایک مین تو طاعت خدا اور دوسرے حکم مین طاعت رسول و اولی الامر بیان ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خلیفہ کی طاعت طاعت رسول ہے یعنی جسطرح طاعت رسول واجب ضروری ہے اُسیطرح طاعت اولی الامر واجب ضروری ہوئی تو اب جنھون نے عبد الحمید خان کے خلیفۃ المسلمین ہونیسے انکار کیا اُنھون نے گویا طاعت رسول سے انکار کیا اور یہ کبھی کوئی مسلمان نہین کر سکتا۔

جو کچھ ہمین ثابت کرنا تھا ہم اس آیت سے ثابت کر چکے۔ اگر ہمارے استنباطی مطالب لوگون کی سمجھ مین آ گئے تو ہم سمجھین گے کہ ہمنے ایک بڑے فرض کی انجام دہی کی مگر اس آیت کی تفسیر ختم کرنیسے پہلے ہم ایک سرسری نظر اُن کل تفسیرون پر جو ہم ابھی کر چکے ہین ڈالنا چاہتے ہین۔ جس سے ہمارا مقصود اس طویل تحریر کا جو ہمنے کی ہے لب لباب بیان کر دینا ہے۔

اِس سے تو کوئی انکار ہی نہین کر سکتا کہ اس آیت کی تفسیر مین اختلاف بہت ہی جیسا کہ ابھی معلوم ہو چکا ہی اور جسطرح ہمنے اُن اختلافات کو دکھا کر اُنپر رائے دی ہی وہ ہمارے دعوے کی پوری دلیل ہو سکتی ہی۔

غور سے پڑھو اور اختلاف تفاسیر کو سمجھ کر دیکھو تو تمہین کھلجائیگا جو کچھ ہمنے آیت کی مختلف معنی بیان کیئے ہین وہ کسقدر صحیح ہین۔ یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ ہمارا دعویٰ ذاتی دعویٰ ہے نہین ہم بڑے بڑے مفسرین کو بھی اپنی تائید مین پاتے ہین جنمین سے چند مفسرین کے اقوال پیش کرنے پر اکتفا کرینگے۔ اور ہمارے خیال مین یہی کافی بھی ہونگے کیونکہ ہمارا منشا تحریر کو زیادہ طول دینے کا نہین ہی۔

حضرت امام نسفی علیہ الرحمۃ اس آیت کی تحت مین فرماتے ہین۔

"دلت الآیۃ علی ان طاعۃ الامراء واجبۃ۔ اذا وافقوا الحق فاذا خالفوہ فلا طاعۃ لھم لقولہ علیہ السلام لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔

ترجمہ۔ آیت دلالت کرتی ہی کہ امرا کی اطاعت واجب ہی جب کہ وہ حق کی موافقت کریں اور جب مخالفتِ حق کرین تو طاعت نہین کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "خالق کی معصیت مین کسی مخلوق کے لیئے اطاعت نہین"!

تفسیر مدارک التنزیل و حقایق التاویل مصنفہ حضرت امام نسفی مصنف عقاید نسفی مطبوعہ مصر بر حاشیہ تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۴۸۰۔

ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ ہمارا ہی یہ ذاتی دعوے نہین ہی کہ اولی الامر سے مراد سلاطین یا صاحب حکومت ہین بلکہ ہمارے فاضل اجل علامۂ زمان حضرت امام نسفی نے بھی ہم ہی کو ڈگری دی ہے۔ اِسے ہم تسلیم کرتے ہین کہ سلطان فاسق و فاجر بدخواہ مومنین بے نمازی غیر عادل

زاہد نہو تو وہ بیشک خلیفہ بننے کا سزاوار نہیں ہے۔

اب مین پھر اپنے اصلی مطلب کیطرف آتا ہون اور ایک آدھ اور مفسر کا قول نقل کرتا ہون تاکہ لوگون کو میرے ثبوت دعوی کی دلیلون اور استنباطی مسائل مین کوئی شک و شبہہ باقی نہ رہے

تفسیر خازن

"اختلف العلماء فی اولی الامر الذین اوجب الیه اطاعتهم بقوله اولی الامر منکم قال ابن عباس و جابر هم الفقهاء والعلماء الذین یعلمون الناس معالم دینهم۔ وقال ابو هریرة الامراء والولاة وقال میمون بن مهران هم امراء السرایا والبعوث وقال عکرمة اراد باولی الامر ابابکر و عمر۔ وقیل هم جمیع الصحابة قال الطبری واولی الاقوال بالصواب قول من قال هم الامراء والولاة لصحة الاخبار عن رسول الله صلی الله علیه وسلم بالامر بطاعة الائمة والولاة فی ماکان لله عزوجل طاعة وللمسلمین مصلحة۔"

ترجمہ - اولی الامر کے بارے مین جنکی اطاعت اللہ نے اولی الامر منکم سے واجب قرار دی ہے علماء نے اختلاف کیا ہے۔ ابن عباس اور جابر نے کہا ہے کہ اولی الامر سے مراد فقہا اور علما ہین جو لوگون کو دینی امور تعلیم کرتے ہین ابو ہریرہ نے کہا ہے کہ اولی الامر سے مراد اُمرا و ولاۃ ہین۔ یہی میمون بن مہران کا قول ہے۔ عکرمہ نے کہا ہے اولی الامر سے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم مراد ہین۔ ایک ضعیف قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد جمیع صحابہ ہین۔ طبری نے کہا ہے کہ ان تمام اقوال مین سب سے زیادہ درست قول اُس شخص کا ہے جس نے کہا ہے اولی الامر سے مراد اُمرا و ولاۃ ہین کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امام کی اطاعت کے بارے مین صحیح حدیثین آچکی ہین۔ اُسوقت مین جب کہ اسمین اللہ کی اطاعت اور مسلمانون کی مصلحت ہو۔

(از تفسیر لباب التاویل فی معانی التنزیل تصنیف خازن بغدادی جلد اول صفحہ ۴۸۰)

ف۱ یہ جتنے اقوال ہین صحابہ کے ہین اور ہر ایک نے اپنے اپنے دعوی کا احادیث نبوی سے استدلال کیا ہے۔ جن احادیث کو نقل کرنے سے سوائے طوالت کے کچھ حاصل نہین ہے صرف اسیقدر سمجھ لینا کافی ہو کہ کثرت رائے امرا و سلاطین کی طرف ہے ۱۲

ف۲ یہ وہ طبری نہین ہین جو مورخ ہین جن کی تاریخ طبری ہے اور جن کا زمانہ خلیفہ مامون کے عہد دولت عہد کا ہے بلکہ یہ علم تفسیر کے بہت بڑے امام ہین جن کا رتبہ صاحب کشاف کے برابر بلکہ زیادہ سمجھا جاتا ہے ۱۲

علما نے کہا ہی امام (یعنے سلطان جو لفظ رعیت کیساتھ زیادہ مناسبت رکھتا ہی کی اطاعت رعیت پر واجب ہی۔ جبتک کہ وہ اللہ و رسول کی اطاعت کرے۔ پس جب وہ کتاب و سنت سے زائل ہو جائے اُسکے لیئے کوئی اطاعت نہین۔ اور جز این نیست کہ اُسکی اطاعت اُسوقت واجب ہی جب کہ وہ موافق للحق ہو۔

از تفسیر کشاف زمخشری

آیۂ اطیعوا اللہ الخ

اُس سے پہلی آیت مین جب خدا نے والیون کو اُن کے اہل کے پاس امانات پہنچانے کا حکم دیا اور اس امر کا کہ وہ لوگون مین عدل کرین تو اب اس آیت مین لوگون کو اس امر کا حکم دیا کہ وہ اُن کی اطاعت کرین اور اُن کے فیصلون پر راضی ہون۔ اولی الامر منکم سے امراء الحق مراد ہین نہ کہ امراء الجور جیسے اللہ و رسول بری ہین تو پھر وہ اللہ و رسول پر عطف نہین کیئے جا سکتے۔ اللہ و رسول اور علما جو ان کے موافق ہین یا ایثار عدل و اختیار حق۔ امر بالحق اور نہی عن المنکر مین جمع ہوئے ہین جیسے خلفائے راشدین اور وہ شخص جو ان کی پیروی کرے۔ چنانچہ خود خلفا کا قول ہی اطیعونی ما عدلت فیکم فان خالفت فلا طاعۃ لی علیکم۔ یعنے جبتک مین تم مین عدل کرون میری طاعت کرو اور اگر مین نے مخالفت عدل کی تو پھر تمہیں میری اطاعت لازم نہین۔

ابی حازم سے روایت ہو کہ مسلمہ بن عبد الملک نے اُس سے پوچھا کیا تمہین اللہ کے قول اولی الامر منکم مین ہماری اطاعت کا حکم نہین دیا گیا۔ ابو حازم نے جواب دیا کہ جب تم نے اللہ کے قول فان تنازعتم سے مخالفت حق کی تو وہ امر تم سے سلب کر لیا گیا ہو پھر بیان کیا گیا ہے[1] کہ اولی الامر سے مراد امراء سرایا ہین چنانچہ آنحضرت

[1] بیان کیا گیا لفظ قیل کا ترجمہ ہو جو ضعیف قول پر بولا جاتا ہو۔ مین نے کشاف کی عربی عبارت بسبب طول کے نقل نہین کی صرف ترجمہ کر دیا ہو۔ مگر ترجمہ مین مصنف کے مطالب کا لحاظ کیا گیا ہے۔ ہر شخص اصل کتاب سے مقابلہ کر سکتا ہو۔ ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہو کہ من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن یطع امیری فقد اطاعنی ومن یعص امیری فقد عصانی - دوسرا ضعیف قول یہ ہو کہ اولی الامر سے مراد علمائے دین وار مراد ہین جو لوگون کو دین سکھاتے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہین"

یہ صاحب تفسیر کشاف کی تحریر ہے جو ہمنے بلا کم وکاست نقل کردی ہو - اب ہم اسپر ایک سرسری نظر ڈالتے ہین اور دکھاتے ہین کہ اُنکی رائے ہمارے خیال کی کہان تک تائید کرتی ہو - اول تو یہ ہو کہ زمخشری کی مستقل رائے یہ ہو کہ اولی الامر سے مراد سلاطین وامرا ہین - اور پھر وہ ان امرا اور سلاطین مین قوم قریش کی تخصیص نہین کرتے - یہ وہ نہین کہتے کہ خلیفہ یا امیر یا امام قریش ہی مین سے ہونا چاہیے - کیا یہ خیال مین آسکتا ہو کہ اُنھون نے بخاری کی اس حدیث پر نظر نہ ڈالی ہوگی یا خاص اُن صحابہ کو جو ہر وقت حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر رہتے تھے - اور جنھون نے کبھی تخصیص کیطرف اشارہ بھی نہین کیا ہو - اس حدیث کا علم نہوگا - یہ کیونکر سمجھ مین آسکتا ہو - ایسا خیال کرنا اُن صحابہ کے ساتھ بڑی سوء ادبی ہو - دوسرے کسی مفسر کی یہ رائے نہین ہو خواہ وہ ہمارا ہمخیال ہو یا نہ ہو کہ قریش کے سوا کوئی خلیفہ ہی نہین ہوسکتا - ہمارے امام فخر الدین رازی نے اس آیت پر طول طویل بحث کی ہو - مگر کہین اُنھون نے اشارتًا بھی تخصیص کیطرف اشارہ نہین کیا اور اگر کہین دبی زبان سے یہ قول نقل بھی کیا ہو کہ اولی الامر سے مراد خلفاے راشدین ہین تو وہین یہ لکھدیا ہو کہ یہ قول بہت ہی ضعیف ہو - باین ہمہ یہ تو کسی نے بھی نہین لکھا کہ خلیفہ قوم قریش کے سوا کسی مین ہو ہی نہین سکتا - پھر مین نہین خیال کرسکتا کہ فاضل مورخ ولیم اور اُسکی ہم آہنگی کرنیوالے کرشتان کیون اسپر زور دیتے ہین اور کسلیئے اُنھون نے ہوا پر قلعہ بنانیکی کوشش کررکھی ہو - بخاری کی یہ حدیث اگر ضعیف بھی نہ مانین بلکہ حسن یا اُس سے بھی بڑھکر صحیح مرفوع

متصل یا اور بھی ایسی حدیث تسلیم کرلین جو تواتر تک پہنچی ہوئی ہو پھر بھی یہ مجبوراً تسلیم کرنا پڑیگا کہ اسکے یہ معنے نہین ہین جو سمجھ لیئے گئے ہین بلکہ اس کا مطلب کچھ اور ہی ہو جو ہم آگے بیان کرینگے۔ اسلیئے کوئی حدیث ایسی نہین ہوسکتی جو صریح نص کے خلاف ہو۔ اور اگر ایسی کوئی حدیث ہو تو ہم مسلمان اُسے مردود حدیث کہتے ہین۔ چنانچہ خود رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین۔

"اذا روی عنی حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ فان وافق فاقبلوہ والا فردوہ"

"یعنے جب میری طرفسے کوئی حدیث روایت کیجائے تو اُسے کتاب اللہ پر پیش کرو پس اگر اُسکے موافق ہو تو اُسے قبول کرو ورنہ رد کرو۔"

اگر ہم بخاری کی اِس حدیث کو نہ بھی مانین تو ہمپر کچھ الزام نہین پھر بھی ہم اِسے صحیح حدیث تسلیم کرینگے بعد اِسپر آیندہ بسیط بحث کرینگے۔

صاحب تفسیر کشاف کا یہ فرمانا صحیح ہے کہ اولی الامر سے مراد امرا الحق ہین نہ امرا الجور بیشک ظالم کی اطاعت کسیطرح لازم نہین ہو۔ کیونکہ ظالم کے مظالم سے مسلمانون کی جان و مال محفوظ نہین ہوسکتے۔ کلام خدا اور دین خدا کی حرمت نہین ہوگی۔ مسلمان آسانی سے غیر اسلام کے شکار بنجائینگے اور اُنمین قتل و غارت کا بازار گرم ہوگا۔ اور وہ ہرگز خدا کی برکتون کو عام نکر سکینگے۔ مثلاً حجاج بن یوسف جیسے ظالم اور ناشدنی امیر کی اطاعت کسیطرح جائز نہ تھی حقیقت مین اُسنے مسلمانون ہی کی نہین بلکہ نفس اسلام کی بربادی پر کمر باندھ لی تھی اُس نے نہ صرف دین خدا کی توہین کی بلکہ اُس پاک اور مقدس شہر کی بھی جہان ہمارا نجات دہندہ ہمارا شفیع ہمارا مقتدا ہجرت کرکے آیا تھا اور اُسی شہر مین وفات پائی سخت بیعزتی کی مسجدون مین گھوڑے باندھے۔ مسلمانون کو قتل کیا عورتین خراب کی گئین اور اِس سے

بھی زیادہ مسلمانون پر سخت سخت ظلم توڑے گئے ایسے ظالم کی صرف اطاعت ہی نہ کرنی فرض ہی بلکہ اُسے ہمیشہ کیلئے آرام کی نیند سلادینا چاہیئے۔

برخلاف اس کے اگر کوئی امیر یا سلطان ایسا ہو جو منصف بھی ہو رحمدل بھی ہو اور سب سے زیادہ مسلمانون کا بہی خواہ اور اسلام کے نام پر جان دینے والا ہو اور جسنے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی وہ حفاظت عزت عظمت قایم کر رکھی ہو جیسی خلفائے راشدین کیوقت مین تھی تو ایسا سلطان قابل اطاعت ہو سکتا ہے۔ اور اُس کا شمار اولی الامر منکم مین ہو سکتا ہے۔

پھر صاحب کشاف اس قول کو ضعیف شمار کرتے ہین کہ اولی الامر سے مراد اُمرا ر سرایا ہین اسلیئے اُنھون نے لفظ قیل کا استعمال کیا ہی جس سے بطور ایک بے بنیاد افواہ کی مطلب سمجھ مین آتا ہی جس قول کے پہلے قیل ہو اُسکی کچھ بھی وقعت نہین ہوتی۔ اس سے فاضل مفسر کی یہ رائے ہی اور فاضل مفسر نے یہ نتیجہ نکالا ہی کہ اولی الامر عام ہی خاص نہین ہی اگر صرف امرائے سرایا کا اطلاق ہوتا تو یہ خاص ہو جاتا۔ اور کلام خدا یا تعلیم خدا کی یہ شان نہین ہی کہ وہ اپنی ایسی ہدایت یا ایسے حکم کو جسپر مسلمانون کی ترقی اور دین اسلام کی نشو و نما موقوف ہو۔ چند نفوس کیلئے خاص کر دے اور پھر آیندہ اُن نفوس کے گزر جانیکے بعد اسلامی حکومت پارہ پارہ ہو جائے اور پھر کوئی اِسکا سرپرست نہ رہے اور اسلام کبھی کونہ کھدرے مین چھپتا پڑا پھرے۔

اِسکے بعد صاحب تفسیر کشاف نے اِس قول کو کہ اولی الامر سے مُراد علمائے دین ہین ضعیف ٹھیرا کر اسکی طرف توجہ بھی نہین کی۔ جسے ہم بدرجہ اولی ضعیف نہین بلکہ اضعف ثابت کر چکے ہین۔ ہمارے خیال مین اب تو کسی شخص کو کوئی وجہ شک باقی نہین رہی ہوگی اور جہانتک دیکھا جاتا ہی اسکے خلاف کوئی زبان نہین ہلا سکتا۔

اب ہم احادیث نبوی کیطرف توجہ کرتے ہین اور دکھاتے ہین کہ اس حدیث سے بھی

جس سے مخالف استدلال کرتے ہین۔ ہماری رائے کی ذرہ برابر بھی مخالفت نہین ہوتی۔
پہلی حدیث تو بخاری شریف مین خلافت قوم کے بارے مین یہ آئی ہے۔

"کان محمد بن جبیر بن مطعم یحدث انه بلغ معاویة وھو عندہ فی وفد من قریش ان عبد اللہ بن عمرو بن العاص یحدث انه سیکون ملک من قحطان فغضب فقام فاثنی علی اللہ بما ھو اھله ثم قال اما بعد فانه بلغنی ان رجالا منکم یحدثون باحادیث لیست فی کتاب اللہ ولا تؤثر عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم واولئک جھالکم فایاکم والامانی التی تضل اھلھا فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول ان ھذا الامر فی قریش لا یعادیھم احد الا کبه اللہ فی النار علی وجھه ما اقاموا الدین"

ترجمہ محمد بن جبیر بن مطعم حدیث بیان کرتے ہین کہ وہ معاویہ کے پاس قریش کے ایک وفد کے ساتھ گئے کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص بیان کرتے ہین کہ عنقریب ملک بن قحطان مین سے ایک ملک ہوگا۔ یہ سُن کر معاویہ غصہ مین بھر آئے۔ پھر اُٹھے پھر خدا کی جسکا وہ مستحق ہی تعریف کی پھر کہنے لگے۔ اما بعد پس مجھے یہ خبر معلوم ہوئی ہے کہ تم مین کے چند اشخاص ایسی حدیثین بیان کرتے ہین جو نہ کتاب اللہ مین ہین نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہین وہ لوگ تمہارے جُہلا ہین۔ پس تم اپنے کو اُن امیدون سے بچاؤ جو اپنے امیدر کھنے والیکو گمراہ کر دیتے ہین۔ پس بیشک مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو کہ فرماتے تھے یہ امر قریش ہی مین رہے گا۔ اور کوئی شخص اُن سے دشمنی نہ رکھے گا۔ مگر یہ کہ اللہ اُسے دوزخ مین موہنہ کے بل اوندہا گرائے گا جبتک کہ وہ دین کو قایم رکھین"

اب اس حدیث شریف پر ہم ایک سرسری نظر ڈالتے ہین اور دیکھتے ہین کہ حدیث ہمارے مقاصد کے کسقدر منافی اور کتنی مطابق ہے۔ اس حدیث شریف کے راوی محمد بن جبیر مطعم

ہین اور صرف اُن ہی کے بیان کے بموجب یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور اُنھون نے بیان کیا کہ عنقریب ابن قحطان مین سے ایک بادشاہ ہوگا یہ سُن کر حضرت معاویہ سخت غضبناک ہوئے۔ یہانتک کہ وہ مارے غصہ کے کھڑے ہو گئے اور انھون نے نہایت درشتی اور سختی سے محمد بن جبیر مطعم کو للکارا اور کہا کہ تمھارے جہلا ایسی باتین یا حدیثین بیان کرتے ہین جو نہ کتاب اللہ مین ہین نہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہین۔ یہ غصہ نہ صرف جُہلا اور عوام پر تھا بلکہ امیر معاویہ نے خود اُن پر غصہ کیا اور تنبیہ کی کہ اپنے کو ان امیدون سے بچاؤ۔ اِس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ محمد بن جبیر کا بھی یہی خیال تھا کہ بن قحطان مین سے بادشاہ یا امیر یا خلیفہ یا امام ہونا چاہیئے جسکی حضرت امیر معاویہ نے بہت زور شور سے تردید کی اور کہا کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہین کہ یہ امر قریش ہی مین رہیگا اور بس۔ مگر حضرت امیر معاویہ نے اپنے دعوے کی دلیل مین نہ کسی صحابی کا قول پیش کیا نہ کوئی حدیث پڑھی صرف حضرت معاویہ کا اسقدر کہدینا کوئی حجت نہین ہوسکتا۔ امیر موصوف مُلکی معاملات سے خوب واقف تھے وہ سیاسی معاملات کے اُتار چڑھاؤ کا علم بخوبی رکھتے تھے اُنھین معلوم تھا کہ اگر کوئی نیا خلیفہ یا امیر پیدا ہوگیا تو خلافت دمشق کسقدر خطرے مین پڑجائیگی اور جس کوشش سے کہ خلافت کو ایک مستقل صورت مین کیا ہے وہ سب جاتی رہیگی۔

حضرت امیر معاویہ کا زمانہ خلافت نہایت پر آشوب گزرا ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ کی تیاریان۔ خارجیون کا خروج۔ پھر اپنے ضعیف بیٹے یزید کی آیندہ خلافت کی کوششین اُدھر مشرقی سلطنت یعنی دولت قسطنطنیہ کی چڑھائیان۔ یہ امر ایسے تھے جن سے خلافت دمشق ایک سخت تزلزل کیحالت مین تھی۔ ایسی حالت مین محمد بن جبیر مطعم کا یہ کہنا کہ

بنی قحطان مین سے ایک بادشاہ ہوگا۔ حضرت معاویہؓ کے بھڑکا نیکے لیئے کافی تہلا اس کہنے سے امیر موصوف کو یہ بھی خیال گزرا ہوگا کہ شاید بیان کرنے والا بھی اُسکی تائید کرتا ہو اس سبب سے امیر موصوف نے صاف اور گرم بلکہ تنبیہ کنان الفاظ مین کہدیا کہ ہرگز ایسی امید نکرنا اور اصل مین دیکھا جائے تو ایسی نازک حالت معاملات مین اُنہین ایسی تندی اور درشتی سے کہنا بھی چاہیئے تہا تو جب یہ کیفیت ہو تو پہر حضرت امیر معاویہ کا قول یا روایت اسلامی اصول کے لحاظ سے حجت نہین ہو سکتی۔ مگر نہین تھوڑی دیر کیلیئے ہم اِسے بھی تسلیم کرتے ہین کہ جو کچھ حضرت امیر معاویہ نے روایت کی وہ بالکل صحیح ہی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا ہی فرمایا تہا مگر پہر یہ شرط بھی تو موجود ہے کہ یہ امر یعنی خلافت قریش مین اُسوقت تک رہیگی کہ جب تک وہ دین کو قایم رکھنے کے قابل ہون۔ آمنّا و صدقنا چشم ما روشن دل ما شاد۔ اسے ہم بے کم و کاست مانتے ہین اور ہمارا اسپر ایمان ہے تو اب یہ دیکھنا ہی کہ اس شرط کے معنی کیا ہین اور اس شرط لگانے کی مراد کیا سمجھ مین آتی ہی۔ اِسکا منشا یہ ہی کہ خلافت اُسوقت تک قوم قریش مین رہے جبتک کہ وہ حکومت کرنیکے قابل ہون کیونکہ بغیر قابلیت سلطنت کے دین اسلام کو کوئی سلطان قایم نہین رکھ سکتا۔ اِسکی نظیرین ہزارون موجود ہی۔ اگر خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مین قابلیت سلطنت نہوتی تو وحشی عربون نے جنہون نے رسول کریم کے وصل کے بعد سر اُٹھایا تہا اسلام کو پارہ پارہ ہی کردیا ہوتا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشین گوئی ہی کہ جب تک قریش قابل رہینگے اُن مین خلافت رہیگی چنانچہ یہی ہُوا جب تک بنی امیہ کم زیادہ قابل ہوتے رہے دین اسلام کو بہت دور تک فروغ ہوا اور اُسکی بنیاد دین یورپ تک مین جا کر جم گئین مگر جب وہ ضعیف ہوئے خدا نے اُنہین مٹا دیا اور ایسا مٹایا کہ اُنکی قبرین تک اُکھڑوا کر پھینکوا دین۔ پھر بنو عباس کا زمانہ شروع ہوا۔ یہ بھی بنی امیہ کیطرح قریشی تھے اور

مزید برآں حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا کی اولاد بھی تھے۔ اسلام نے اُن کے زمانے مین خوب نشوونما پائی مگر جب وہ بھی ضعیف ہو گئے تو ہلاکو خان کے لشکر نے آخری خلیفہ بنو عباس کی لاش کو بغداد کے دروازہ کے سرے پر لٹکا دیا اور اسلام بت پرستون کے قدمون کے نیچے کچلا گیا۔ خدا کی شان اِن فاتحون نے مفتوحون کا دین قبول کر لیا اور اب اُنکی حکومت ہو گئی۔ اندلس مین بھی یہی ہُوا کہ بنی امیہ کے خاندان کا ایک بچہ بھاگ کر اندلس چلا گیا اور اُسی نے وہان سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اسلام کو ان خلفائے کے زمانہ مین بہت کچھ فروغ ہُوا اور جب ان پر بھی ضعف طاری ہوا اور وہ بھی اسلام کو نہین سنبھال سکے تو اِسکا نتیجہ یہ ہُوا کہ اسلام ہمیشہ کیلیئے وہان سے نکال دیا گیا۔ اور آٹھ سو برس کی اسلامی سلطنت کے باقیات الصالحات بہت ہی کم وحشی عیسائیون کے ہاتھون سے بچے بچائے نظر پڑ جاتے ہین مسجدین منہدم کر دی گئین اور قبرستان۔ بڑے بڑے مقبرے اور زیارت گاہین اُکھیڑ کر پھینکدی گئین تو آخر یہ خلافت آلِ عثمان کیطرف پھر گئی۔ اور اِس لحاظ سے اِسی حدیث کے مطابق ہمین یہ تسلیم کرنا پڑے گا اور از خود ماننا پڑے گا چونکہ کوئی امیر قوم قریش مین نہین رہا۔ اسلیئے سلطان عبد الحمید خان غازی بدرجۂ اولیٰ خلیفۃ المسلمین ہوئے۔ کیونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ نہین فرمایا کہ قوم قریش کے ختم ہونیکے بعد کسی اور قوم اسلام مین خلیفہ ہی نہین ہو سکتا آپکا یہ فرمانا برحق ہے کہ جبتک قریشون مین دین سنبھالنے کی قوت باقی رہے اُن مین امر یعنی خلافت رہیگی اور جب اُن مین یہ قابلیت باقی نہ رہے تو اُسوقت دوسری قوم کا خلیفہ ہو سکتا ہے۔ تو اب ہمین کوئی بتائے کہ قوم قریش مین کون شخص ایسا لایق اور قابل ہے کہ اُسے خلیفہ بنائین اگر کوئی شریف مکہ کی طرف اشارہ کرے تو ہم یہان صرف اسیقدر کہین گے کہ جنہون نے شریف صاحب کی ملازمت کا شرف حاصل کیا ہے وہ جانتے ہین کہ شریف صاحب صرف بدوُن سے فی اونٹ

کچھ جزیہ یا حق شریفی لینے کے اور کچھ نہین جانتے۔ اور ہم خیال کرتے ہین کہ اس سے کوئی انکار بھی نکرے گا۔

دوسری حدیث شریف اور بھی بخاری مین سے نقل کرتے ہین اور دکھاتے ہین کہ اس مین رسول مقبول کا کیا منشا مضمر ہے اور ہمارے بیان کردہ منشار سے واقعات کا کہانتک تطابق ہوتا ہے۔

لا نزال ھٰذا الامر فی قریش ما بقی منھم اثنان

ترجمہ۔ یعنی۔ یہ امر (خلافت) قریش ہی مین رہیگا جبتک کہ اُن مین کے دو شخص بھی باقی ہون (صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۴۹۷ مطبوعہ مطبع مصطفائی باب مناقب قریش)

اس حدیث شریف مین بھی قید موجود ہے۔ یعنی خلافت اُسوقت تک قریش مین رہیگی جب تک اُن مین سے دو شخص بھی ہون۔ یہ کوئی ہدایت نہین ہے کوئی نصیحت نہین ہے کوئی وصیت نہین ہو بلکہ صرف ایک پیشین گوئی ہے اور وہ پوری ہو گئی۔ دو قریش سے قابل اور لایق قریش مطلب ہے۔ جو سلطنت اور دین کو سنبھال سکین۔ کیا کوئی نادان شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مراد ہو کہ چاہے قریش قابل ہون چاہے جاہل ہون چاہے زانی اور بدکار ہون اُنکے مقابلہ مین دوسرا شخص خلیفہ ہی نہ بنایا جائے۔ چاہے اسلام مِٹے یا رہے نہین تو وہ نہین۔ یہ خیال کرنا اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہو۔ اسلام نے حسب نسب کی قید اڑادی خود خداوند تعالیٰ نے فرمادیا جیساکہ ہم پہلے نقل کر آئے ہین کہ ہمارے نزدیک وہی اکرم ہو جو ہم سے زیادہ ڈرتا ہو یعنی متقی ہے۔ جب اس حدیث مین قابلیت کی قید لگائینگے تو حضرت امیر معاویہ کی روایت کردہ حدیث سے اس کا تطابق ہو جائے گا۔

اب ایک بہت بڑی بات دیکھنی باقی ہو کہ حضور انور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

بہت بعد ذیگر یہ کیون فرمایا اور کیون ایسی پیشینگوئی کی جبکہ آپ نے صریح طور پر اپنا کوئی خلیفہ نامزد نہین فرمایا اور حقیقت مین یہ شان نبوت کے خلاف بھی ہوتا اگر آپ اپنی زندگی مین خود کوئی خلیفہ نامزد فرما جاتے آپ سلطنت جمہوری کی بنیاد ڈالنا چاہتے تھے اور آپنے اسی کو مدنظر رکھکر کوئی خلیفہ نامزد نہین فرمایا تاہم یہ سمجھنے کے قابل ہو کہ آپنے کیون قید لگادی کہ قریش ہی مین سے خلیفہ ہوا کرے جبتک اُن مین سلطنت اور دین اسلام قایم رکھنے کی قابلیت ہو اسکی وجہ یہ ہے کہ آپنے اس آیندہ خوف کا پہلے ہی سے اندازہ کر لیا تھا جو آپکے وصل کے بعد ظہور مین آیا یعنی سعد بنی سقیفہ مین انصار کا بغیر اطلاع قریش جمع ہوجانا اور اپنے مین سے ایک خلیفہ نامزد کرنا یہ ایسا امر تھا کہ معدودے چند مسلمانون مین سخت کشت و خون ہوتا اور پھر اسلام پارہ پارہ ہو کے مدینہ ہی مین رہجاتا اگر اُسوقت حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہ پہنچ جاتے تو اسلام کی بربادی اور تنزل کی تاریخ تو گویا اُسیدن سے شروع ہوجاتی۔ حضور انور نے یہ ہدایت نہین کی تھی کہ خلیفہ قوم قریش ہی مین سے ہوگا بلکہ ایک پیشینگوئی تھی جیسا ہم اوپر لکھ آئے ہین اگر یہ ہدایت ہوتی اور پیشین گوئی نہوتی تو انصار جو حضور انور کے صحابہ تھے جنھون نے آپ پر اپنا دھن من تن قربان کر دیا تھا جو آپکے سچے فدائی تھے۔ ضرور اس ہدایت پر عمل کرتے اور ہرگز اپنے مین سے خلیفہ نامزد کرنیکی جرأت نہ کرتے مگر نہین وہ جانتے تھے کہ آپنے یہ پیشین گوئی کی تھی اور ممکن ہے کہ اس پیشین گوئی کے معنی کچھ اور ہون یا یہ پیشین گوئی اُن کے کانون مین اُسوقت پہنچی ہی نہوگی کیونکہ ہم انصار کو سرکش اور نافرمان بردار نہین کہہ سکتے مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صاف کہدیا کہ ہم تم سے زیادہ اشرف ہین حسباً نسباً نہین بلکہ قابلیت انتظام ملکی اور اسلام کے قائیم رکھنے مین تو ہمین خلیفہ ہونا چاہیئے۔ اس پر اُنھون نے پھر اپنے دعوے پر اصرار کیا اور کہا کہ اچھا ایک خلیفہ ہم مقرر کیے لیتے ہین ایک خلیفہ آپ اپنے مین سے مقرر کرلین

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ دو دو خلیفہ مقرر ہوں پھر حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت فاروق اعظم کو منتخب کیا اور بیعت کیلئے ہاتھ بڑھایا حضرت فاروق اعظم نے کہا تجھے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اشرف المومنین فرمایا ہے اسلیئے تو مجھسے زیادہ مستحق ہے پس بیعت کی گئی اور پھر انصار نے بھی جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے فدائیانہ عشق رکھتے تھے اپنے نبی معصوم کا ارشاد سنتے ہی گردنیں جھکادیں اور حضرت صدیق اکبر کے دست مبارک پر بیعت کی اِس سے اتنا تو ظاہر ہو گیا کہ قریش میں جب تک سلطنت کی لیاقت اور دین اسلام کے رکھنے کی قابلیت ہو وہی خلیفہ بنا کریں اگر اِسے زبردستی ہدایت ہی سمجھ لیں تو "جب تک" کی شرط سے ہمارا مدعا پورا حاصل ہوتا ہے آپ جانتے تھے کہ ایک زمانہ وہ آئیگا کہ قریش میں کسی قسم کی قابلیت نہیں رہے گی اُسوقت دوسری قوم کا خلیفہ اِن پر ہوگا مبادا یہ اپنے کو اشرف خیال کرکے اسکی اطاعت نکریں اور مسلمانوں میں کشت وخون کریں تو اِس دور اندیشانہ حکمت عملی کو کام فرماکر آپنے نہایت پرزور ہدایت فرمائی اور انتہا کردی چنانچہ ارشاد ہوا ہے۔

"اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی کان راسہ زبیبۃ ما اقام فیکم کتاب اللہ تعالیٰ"۔

ترجمہ یعنے حکم سنو اور اطاعت کرو گو تم پر ایک حبشی غلام ہے جس کا سر چھوٹا ہو (یعنے بالکل ذلیل ہو) حاکم بنایا جائے جب تک کہ وہ تم میں اللہ کی کتاب کو قایم رکھے۔

اِس سے زیادہ صراحت اِس سے زیادہ تہدید اِس سے زیادہ زور اور کیا ہوگا تو اِس سے صاف معلوم ہو گیا کہ سلطان المعظم کی خلافت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بموجب کس قدر مسلم ثابت ہوئی۔ اب تو کسی کو بھی شک باقی نہ رہا ہوگا۔ یہ حدیث بخاری شریف کی ہے اور صحیح ہے اسمیں شبہہ کرنا خلاف عقل ودانائی ہے۔

اب مین ایک اور دلچسپ بحث کرتا ہون اور ایک لطیف نکتہ لکھتا ہون جو جدت پسند طبائع کیلئے زیادہ پر مذاق ہوگا۔ حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین گورنر وغیرہ کو عامل کہا کرتے تھے اور بادشاہون کو حاکم کے نام سے پکارتے تھے۔ خلفا کے وقت مین لفظ خلیفہ اور امیر المومنین رائج ہوگیا۔ اور لفظ عامل اپنی اسی حالت پر قایم رہا۔ مشرقی سلطنت کے حکمران قیصر کہلاتے تھے۔ والیٔ ایران کسریٰ کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ بنو امیہ۔ بنو عباس بنو فاطمہ وغیرہ سب خلیفہ کہلاتے تھے۔ یہان تک کہ شاہان اندلس بھی خلیفہ کہلائے جاتے تھے لفظ سلطان خلفائے عثمانی کیلئے مخصوص ہوگیا۔ اور پھر اُن کی دیکھا دیکھی شاہ مراکو نے بھی اپنے کو سلطان کہا اور چھوٹی چھوٹی ریاستون مثلاً زنجبار مسقط وغیرہ کے والیون نے بھی اپنے کو سلطان بنالیا۔ حالانکہ حکمران ہندوستان اپنے کو ظل اللہ نائب رسول اللہ سب کچھ کہتے تھے مگر شہنشاہ کے لقب کے سوا اُنھون نے کبھی کچھ اختیار نہین کیا یہ لقب آل عثمان کیساتھ جو حکمران ترکی ہوئے اور اب اُنھین سے عبد الحمید خان غازی ہین خصوصیت رکھتا ہے۔ یہ امر تاریخ سے بھی ثابت ہے اور ایسا مسلم ہے جس سے کوئی انکار نہین کر سکتا۔ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی طرف سے معلوم ہوگیا تھا کہ ایک زمانہ وہ آئیگا کہ خلافت آل عثمان کیطرف منتقل ہوجائیگی اور وہ لوگ خلیفہ کیساتھ سلطان کا لقب بھی رکھین گے اور اُنہین سے دین اسلام کو فروغ ہوگا اور وہی میرے پاک شہر مکہ معظمہ کے محافظ بنین گے۔ کافرستان مین اُن ہی سے اسلام کے کلمہ توحید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گونج بلند ہوگی اور کلام اللہ کی خوب دھوم دھام سے تلقین کیجائے گی۔ جہان تین خداؤن کی پرستش ہوتی تھی وہان صرف اکیلے ان دیکھے خدا کے آگے سجدہ کیا جائے گا تو ایسا سلطان جسکے عہد مین اسلام کا اسقدر بول بالا ہو۔ اور اسلام کو یہ ترقی ہو وہ گویا اللہ کا سلطان ہوا یعنی اللہ کیطرف اُسے نسبت ہے اور خدا کی حکام

اُسی کے ذریعہ سے جاری ہوتے ہین۔ اِسلیئے آپنے یہ فرمایا ہی جو ہم ترمذی شریف مین سے نقل کرتے ہین۔

"مَنْ اھان سلطان اللہ فی الارض اھانہ اللہ تعالٰی"

ترجمہ یعنی جس نے اللہ کے سلطان کی اہانت کی تو اُس کی خود اللہ تعالےٰ اہانت کرے گا۔

ہمارے عالم مورخ ابن خلدون بھی ہماری رائے سے اتفاق کرتے ہین اور وہ بھی خلافت کے لیئے قریش کی قید نہین لگاتے گو مین اچھی طرح ثابت تو کرچکا ہون کہ خلافت مین قریش کی قید نہایت لغو اور مہمل ہے اور بار بار اُسکے اعادہ کی ضرورت نہین۔ پھر بھی اگر چند اور علما کے اقوال پیش ہون گے تو دعوٰے اور ثبوت دعوے کو اور بھی زیادہ تقویت ہوگی۔ اسلیئے مین مناسب جانتا ہون کہ کچھ اقوال اور بھی نقل کردون جسمین پھر کچھ چون وچرا ہی کی گنجایش نرہے

ابن خلدون لکھتے ہین۔

"امام یا خلیفہ کے لیئے قریشی ہونا ضروری نہین ہی بہت سنی فضلا کی بھی یہی رائے ہے"۔

جسٹس امیر علی اپنی کتاب اسپرٹ آف اسلام مین یہ لکھتے ہین۔ "جب شہنشاہ اکبر نے خطاب امام العادل اختیار کیا تو علما نے اِسکے جواز کا فتوی دیدیا تھا" (صفحہ ۲۷۰) ترکی کے کرورون مسلمان آنکھین بند کرکے کسی کو خلیفہ نہین بنالیتے۔ اُنھون نے اگر دیکھا کہ ہمارے خلیفہ مین دین اسلام کے قایم رکھنے کی قدرت نہین ہی وہ فوراً اُس سے بغاوت کرتے ہین۔ اور شیخ الاسلام کے فتوی سے اُسے تخت سے اتار دیتے ہین جسکی نظیر سلطان عبد العزیز موجود ہین۔ پھر مسٹر امیر علی اپنی کتاب اسپرٹ آف اسلام صفحہ ۴۷۱ کے حاشیے مین لکھتے ہین۔

"جس طرح سابق مین بنی امیہ بنو عباس اور بنی فاطمہ نے ایک ہی وقت مین"

"گرینڈا۔ بغداد قاہرہ مین سلطنت کی۔ اِسیطرح طہران اور قسطنطنیہ مین قاچاریون"
"اور عثمانیون نے اور حکمران مراکو نے مغربی افریقیہ مین مرتبہ خلافت قایم رکھا ہی"
"مگر پھر بھی یہ ضرور کہا جائیگا کہ سلطان ٹرکی جو حافظ حرمین شریفین ہین اور جن کے"
"پاس نشان خلافت یعنی پاک جھنڈا۔ تلوار اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا عمامہ"
"مبارک ہی اُنھین خطاب خلافت بدرجۂ اولی زیبا اور موزون ہی"

اب ہم اِسکی بابت دائرۃ المعارف مین سے نقل کرتے ہین اور پھر بطور خود ایک مختصر بحث کر کے اِس رسالہ کو ختم کرینگے۔

چنانچہ پطرس بُستانی مصنف محیط المحیط وغیرہ لکھتا ہی "سب سے پہلے جنھین یہ لقب دیا گیا وہ عمر بن الخطاب ہین وجہ یہ ہوئی کہ اس سے پہلے جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کیگئی تھی تو اُنھین خلیفہ رسول اللہ کہکر پکارا جاتا تھا اور پھر جب اُن کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیعت ہوئی تو اُنھین خلیفہ خلیفہ رسول اللہ کے لقب سے پکارا جانے لگا چونکہ اسمین ثقالت اور طوالت تھی اِسلیئے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اُنھین لقب مذکور الصدر سے پکارا گیا تو فرمانے لگے کہ یہ کچھ موزون نہین معلوم ہوتا کیونکہ جب میرے بعد کوئی خلیفہ ہوگا تو اُسے خلیفہ خلیفہ خلیفۃ الرسول اللہ کہکر پکارینگے چونکہ تم مومنین ہو اور مین تمھارا امیر ہون اسلیئے مجھے امیر المومنین کے نام سے پکارا کرو۔ اُس وقت سے امیر المومنین کی ابتدا ہوئی اور ایک ضعیف روایت یہ ہی کہ ایک صحابی نے حضرت فاروق اعظم کو امیر المومنین کہکر پکارا جسے اوروں نے پسند کیا اور پھر یہی سب کہنے لگے۔

اِسکے بعد بنی امیہ اِس لقب سے پکارے جاتے تھے اور کسی دوسرے کو اِس لقب سی

[1] دائرۃ المعارف یعنے انیکلو پیڈیا عربی مین ہی مگر بسبب طول ہوجانیکے ترجمہ ہی کردیا ہی جو عربی عبارت کے بالکل مطابق ہی اصل عبارت نقل کرنی ضروری نہین جانی ۱۲

ملقب نہ کیا جاتا تھا۔ علوی بنی العباس وغیرہ دوسرے گروہ بنی امیہ کے زمانے مین اپنے امیر کو صرف امیر کے نام سے پکارتے تھے اور امیر المومنین سے کوئی ملقب نہ کیا جاتا تھا۔ پھر اس کے بعد یہ لقب خاص اُن ہی خلفا کے لیئے ہوگیا جو حجاز و شام و عراق پر جو دیار عرب اور مراکز دولت تھے والی ہوتے تھے۔ پھر اسکے بعد اندلس مین بنی امیہ نے اس لقب کو اختیار کیا اور نیز ممالک مغرب مین یوسف بن تاشفین اور اُسکے جانشینون نے بھی اپنے کو امیر المومنین کہا لیکن اب اس زمانہ مین وہ خاص سلاطین آل عثمان سے مختص ہے اور اس کا کسی اور پر طلاق نہین کیا جاتا

(دائرۃ المعارف جلد چہارم صفحہ ۴۱۳)

اِسکے بعد فاضل مصنف خلافۃ کے بارے مین یون قلم فرسائی کرتا ہے "لغت مین خلافت کے معنی امارت اور نیابت عن الغیر کے ہین۔ خلافت امامت کا ہم معنی ہین اور خلیفہ دوسرا نام امام کا ہے۔ خلافت کی تین تعریفین کیگئی ہین اور وہ یہ ہین۔ (۱) وھی حمل الجمیع علی مقتضی النظر الشرعی فی مصالحہم الاخرویۃ والدنیویۃ (۲) خلافۃ عن صاحب الشرع فی مصالحہم الاخرویۃ والدنیویۃ (۳) خلافۃ عن صاحب الشرع فی حراسۃ الدین و سیاسۃ الدنیا

خلیفہ کو خلیفہ اسلیئے کہتے ہین کہ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کرتا ہے۔ اُس کی بابت مین خلیفہ بغیر کسی تخصیص کے اور نیز خلیفۂ رسول اللہ اضافت کیساتھ۔ غرض دونون طور سے برتا جاتا ہے لیکن خلیفۃ اللہ کہنے مین اختلاف ہے۔

امام اِسے اِسلیئے کہتے ہین کہ وہ گویا نماز کے امام سے مشابہت رکھتا ہے جسطرح اُسکی اقتدا کیجاتی ہے اُسیطرح اُسکی بھی اقتدا کیجاتی ہے۔ خلافت کی وہ شروط جنمین کسی کو اختلاف نہین چار ہین۔ (۱) علم (۲) عدالت (۳) کفایت (۴) سلامت حواس۔ اور ایک پانچوین شرط اور ہے جسمین اختلاف ہے اور وہ قریشی النسب ہونا ہے۔

بہت سے محققین نے اسکی نفی کی رائے دی ہو اور اسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی حدیث اسمعوا واطیعوا وان ولی علیکم عبد حبشی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے
قول لو کان سالم مولی حذیفۃ حیا لولیتہ سے استشہاد کیا ہے۔ قاضی ابوبکر باقلانی اُن
لوگون مین سے مین جنہون نے قریشی ہونیکی شرط کی نفی کی ہو کیونکہ قبیلۂ قریش بالکل ضعیف
و مضمحل ہوگیا ہے اور اسمین اسقدر قدرت و طاقت نہین کہ خلافت کے بار کو قایم رکھ سکے
ایک اور دلیل قریشی ہونیکی نفی مین یہ بیان کیگئی ہے کہ یہ شرط محض دفع تنازع کیلیے
لگائی گئی تھی نہ اور کسی غرض کیلیے۔ پس جب کہ سبب باقی نہ رہا تو مسبب بھی نہ رہا۔

امام۔ امام اسیوقت ہوگا جب کہ لوگون نے اُس سے بیعت کی ہو یا اُس کے پیشتر
کے امام نے جو مبایعت سے بنایا گیا ہو اُسے خلیفہ بنایا ہو جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تھا اور امامت کی عقد خلیفہ بنانیسے یا علماء اور اہل الرائے
و تدبیر کی ایک جماعت کی بیعت سے۔ بلکہ بعض لوگون کے پاس تو ایک ہی مشہور عالم کی بیعت سے
جو اہل الرائے ہو اور جہان کہ امام بنایا گیا ہو وہان موجود ہو امامت صحیح ہو سکتی ہی معتزلہ کے
پاس کم سے کم پانچ شخص بیعت کرنے چاہئیں اور بعض حنفیہ کے پاس ایک جماعت ایک جماعت کی
مبایعت سے صحیح ہوتی ہو بغیر اِس شرط کے کہ اسمین ایک عدد مخصوص ہو

اور جب امام مین علم۔ عدالت کی شرطین مفقود ہون اور ساتھ ہی فتنہ کا خوف ہو جسکے
برداشت کی طاقت نہین ہوسکتی تو باوجود فقدان شروط بالا کے اُسکی امامت درست ہوگی
اور خلیفہ کی اطاعت خواہ وہ ظالم ہو یا جابر جب تک وہ شرع کی مخالفت نہ کرے
واجب ہے

شرح مقاصد مین لکھا ہو کہ "امامت کی عقد منحل ہوسکتی ہے جبکہ امام مرتد ہو جاے یا مجنون

ہوجائے یا قید ہوجائے اور پھر اُسکی خلاصی کی امید نہو یا ایسی بیماری مین مبتلا ہو جس سے علم و بصارت جاتی رہے اور گونگا یا بہرا ہو جائے۔ خود امام اپنے آپ کو امامت سے علیحدہ کر سکتا ہی جب کہ اُسکا عجز ظاہر ہوا اور جب عجز ظاہر نہو تو اسمین اختلاف ہے۔ اور اسطرح اس امر مین بھی اختلاف ہی کہ آیا وہ اپنے فاسق ہونے کی وجہ سے بھی معزول کیا جا سکتا ہی یا نہین اکثر کا مذہب یہی ہے کہ معزول نہین ہو سکتا۔

خلافت خلفائے راشدین کے بعد امویہ مین گئی اور اسکے بعد عباسیہ مین اور عباسیہ کی بغداد مین تباہی کے بعد مصر کے خلفانے اُن ہی مین کے ایک شخص کو خلیفہ بنایا جسکی اولاد مین بعد ازان خلافت رہی۔ آخر تیرھوین صدی مین خلافت خاندان عثمان کے ہاتھ مین آئی جو اب تک اسکا بار اُٹھائے ہوئے ہین۔" (دائرۃ المعارف جلد ہفتم صفحہ ۴۲۸)

سلطان ترکی کی خلافت

جس نے پچھلے صفحون کو غور سے پڑھا ہی وہ آسانی سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہی کہ خلیفہ ہونیکے لیئے قوم قریش کی ضرورت نہین ہی۔ ہر شخص خواہ وہ کسی قوم کا کیون نہو خلیفہ ہو سکتا ہی بشرطیکہ اُسمین خلیفہ ہونیکی صفتین پائی جاتی ہون۔ بڑی بحث جو سالہا سال سے چھڑ رہی ہی سلطان ترکی کی خلافت کی نسبت ہی۔ اِسمین یورپی مصنفون کو سخت مغالطہ ہوا ہے اور بعض ہندوستانی مضمون نگارون اور مصنفون نے بھی انگریزون کی دیکھا دیکھی اسمین اختلاف رائے کیا ہی کہ سلطان ترکی اسلیئے کہ وہ قوم قریش سے نہین ہین خلیفہ نہین ہو سکتے سب سے پہلے یہ بات سر ولیم میور مصنف لائف آف محمد (سیرت محمدیہ) نے نکالی کہ بخاری کی حدیث کی رو سے خلیفہ قوم قریش مین ہونا چاہیئے۔ یورپی مصنفون نے بغیر مزید تحقیقات کے

اِسے تسلیم کرلیا۔ اور اس بحث مین بعد ازان بہت سے مضامین اخبارون مین نکلے اور بہت سے رسالے شائع ہوئے لیکن اصل مقصد کی حد تک کوئی نہین پہنچا اور سب بیوقوف بھیڑون کی طرح ایک ہی گڑھے مین گر پڑے۔ اسلام کی تاریخ بتاتی ہو کہ مسلمانون نے ہمیشہ اپنے ہر بادشاہ کو خلیفہ ثانی سے تعبیر کیا۔ خواہ وہ خلیفہ بنو امیہ مین سے ہو یا بنو عباس مین سے یا بنی فاطمہ مین سے ہو۔ خواہ ہلاکو خان مسلمان اپنے بادشاہ کو ظل اللہ اور نائب رسول اللہ سمجھتے رہے اور ان ہی معزز القاب سے انہین پکارتے رہے۔ مگر ہمیشہ سب سے زیادہ عزت اُس بادشاہ وقت کی کیگئی جسکی نگرانی مین مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ ہوا۔ یہان تک کہ دہلی کے شہنشاہ خلفائے بنو عباس کو جبتک خلافت بغداد قایم رہی اپنا خلیفہ تسلیم کرتے رہے۔ سلطان محمود غزنوی نے بغداد سے حکم لیکے ہندوستان پر حملہ کیا تھا اور اُسے فخر تھا کہ مجھے امیر المومنین کا لقب بغداد سے ملا۔ دہلی مین جبتک پٹھانون کی بادشاہت رہی خلافت بغداد کو کل بادشاہ تسلیم کرتے رہے اور جبتک خلیفہ بغداد کیطرف سے کوئی فرمان قبولیت نہ آجاتا تھا نیا بادشاہ تخت سلطنت پر نہ بیٹھتا تھا۔ یہ محض ایک اخلاقی عزت تھی جو ہندوستان اور غزنی کے سلاطین خلفائے بغداد کی کرتے تھے کبھی کسی جنگی کارروائی مین مشورہ کرنیکی سلاطین ہند کو خلفائے بغداد سے کچھ ضرورت نہوتی تھی اور نہ معاملات سیاسی سے چندان کچھ تعلق تھا صرف ایک مذہبی تعظیم تھی جو ہندوستانی شہنشاہ بنو عباسی خلفا کی کرتے تھے۔

سلطان المعظم سلطان **عبد الحمید خان** غازی کو بھی اسیصورت سے ہندوستانی مسلمان خلیفہ مانتے ہین۔ مگر اپنے اخلاقی۔ قومی اور ملکی معاملات مین اُنسے کچھ تعلق نہین رکھتے جسطرح کہ اُنکے بادشاہون نے بغدادی خلفا سے کچھ تعلق نہین رکھا تھا۔ علاوہ اسلامی تعلق کے بڑا تعلق ہندوستانی مسلمانون کو سلطان المعظم سے یہ ہے کہ وہ خادم حرمین ہین۔ یہ روحانی تعلق انگریزی حکومت کیلئے کچھ بھی ضرر رسان نہین ہو اور نہ اس روحانی تعلق کو دنیا کی کوئی بڑی سی قوت

مٹا سکتی ہے۔

سلطان ترکی کو خلیفۃ المسلمین تسلیم کرنے مین کوئی بھی اعتراض نہین ہو سکتا جبکہ یہ تسلیم کرنا محض اخلاقی ہے جو صدہا سال سے چلا آتا ہے۔ بعض نافہم مصنفون نے ہندی گورنمنٹ کو سخت مغالطہ مین ڈالدیا ہے۔ اور وہ مغالطہ یہ ہے کہ جب ہندوستان کے مسلمان سلطان ترکی کو اپنا خلیفہ مان لینگے تو ایک عظیم جنگ مین خواہ انگلستان کے خلاف ہو یا نہو اپنے خلیفہ کا ساتھ دینے کیلیئے اٹھ کھڑے ہونگے۔ یہ خیال محض مضحکہ خیز ہے اور عقل کی نگاہ مین اسکی کچھ بھی وقعت نہین ہے۔ ہندی مسلمان معاملات سیاسی مین سلطان ترکی سے کوئی تعلق نہین رکھتے سلطان المعظم کے حکم دیوانی اور فوجداری کے قوانین ان پر کوئی اثر نہین رکھتے نہ شریعت نے انہین مجبور کیا ہے کہ ایسا کرین وہ البرٹ ولیس شہنشاہ ہند کی وفادار رعایا ہین اسی بزرگ شہنشاہ کی قانونی سلطنت مین انہین ملکی اور مذہبی حقوق حاصل ہین۔ اور وہ اپنی ہر مذہبی تقریب کو بہت آزادی سے انجام دیتے ہین۔ انکے مذہب نے انہین تعلیم کردی ہے کہ جس ملک مین وہ امن سے زندگی بسر کررہے ہون وہان ہرگز فساد نہ کرین اور جہان انکو یہ مذہبی آزادی میسر ہو کوئی بات حاکم وقت کی مرضی کے خلاف نکرین۔

ہان اس اسلامی رشتہ کو جو قدرت نے تمام مسلمانون کے دلمین پیدا کردیا ہے کوئی نہین توڑ سکتا۔ ایک مسلمان بشرطیکہ وہ مسلمان بھی ہو کبھی مسلمانونکی بربادی سے خوش نہین ہوگا بلکہ شب و روز انکی خیر منایا کرے گا اور دعا کرے گا کہ خداوند تعالی انہین سرسبزی عطا کرے اسیطرح ہندوستان کے مسلمان سلطان ترکی اور ترکون کی خیر منایا کرتے ہین اور بحیثیت ایک مسلمان ہونیکے یہ چاہتے ہین کہ مثل یورپی دولتون کے ترک بھی ترقی کرین اور انکے تمدن کا پایہ کسی سے نیچا نہ رہے۔ بعض نافہم انگریزی مصنفون نے ان خیالات کو باغیانہ خیالات

قرار دیئے ہین اور وہ چاہتے ہین کہ اس قدرتی رشتہ کو کاٹ ڈالین جو ترکون اور ہندی مسلمانون مین قایم ہے مگر یہ بات ہونی عقل اور علم دونون کے خلاف ہی۔ہان اگر ہندوستان کے مسلمان عیسائی ہوجائین یا کل ترک نصارے ہوجائین تو یہ بات ممکن ہو لیکن ایسا ہونا خلاف قانون قدرت ہی اور اس امر کا خیال کرنا محض جنون ہی۔

گورنمنٹ انگریزی آج دنیا مین سب سے بڑی اسلامی حکومت ہی اگرچہ اُسکا مذہب اپنی رعایا سے غیر ہی۔لیکن وہ ہندوُون مین ہندو اور مسلمانون مین مسلمان ہوگئی ہے۔دونون کو اجازت دیدی ہو کہ اپنے اپنے مذہب کی کل چھوٹی بڑی رسمین بآزادی انجام دین۔اور خود بھی اُن عظیم مذہبی تقریبات مین شریک ہوتی ہو جو یہ دونون عظیم گروہ کرتے ہین۔ ہمین ہرگز کلام نہین کہ مسلمانان ہند انگریزی حکومت کے ہمیشہ ممنون رہینگے۔کیونکہ اس حکومت نے اُن پر بہت بہت احسان کیئے ہین اور سب سے بڑا احسان یہ کیا ہو کہ اُنھین بالکلیہ بربادی سے بچا دیا۔اگر ہندوستان مین انگریز نہ آتے تو مسلمان کیا تو آپسمین لڑ لڑکے مرجاتے اور کیا مرہٹے اُنھین کھاجاتے۔لارڈ لیک کے ۱۸۰۳ء مین دہلی فتح کرنیسے پہلے یہان مرہٹون کی حکومت تھی۔انھون نے بادشاہ کا وہ ناک مین دم کر رکھا تھا کہ بیچارے نے مجبور ہوکے انگریزون کو بلایا جب کہین مسلمانون کو پناہ ملی ورنہ مرہٹے تو کھا ہی گئے ہوتے۔مرہٹون نے لال قلعہ کی حرمسرائے مین گھسکے بیگمون کی سخت بیعزتی کی تھی اور قلعہ کو اسقدر لوٹا تھا کہ زرین کپڑے تک نہ چھوڑے تھے۔اگر انگریز نہ آتے اور مسلمانون کی حفاظت نکرتے تو کون نادان بھی یہ امید کرسکتا ہو کہ ایک مسلمان بھی اچھی حالت مین ہندوستان مین دکھائی دیتا۔

جب برٹش حکومت کی یہ تمام برکتین ہمین حاصل ہین جب ہم جانورون سے آدمی بن گئے جب ہم مین علم کی روز افزون ترقی ہو جب ہم مین بتدریج قومیت آتی جاتی ہے جب ہمارا پایہ

تعلیمی حیثیت سے اپنے اور بھائی مسلمانون سے جو ممالک غیر مین رہتے ہین روز بروز بڑھتا جاتا ہو پھر کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ ہم اپنی محسنہ گورنمنٹ سے بغاوت کرین۔ این خیال ست و محال ست وجنون۔

سلطان المعظم کو ہم اپنا روحانی اور اخلاقی خلیفہ مانتے ہین۔ اسکے سوا اُسکے سیاسی ملکی اور جنگی معاملات سے کچھ تعلق نہین ہو۔ ہان بہ حیثیت اسکے کہ وہ مسلمان ہو اور خادم حرمین ہے ہم اُسکا مذہبی اعزاز بھی کرتے ہین اور یہ بھی چاہتے ہین کہ اُسے کوئی گزند نہ پہنچے اور وہ اور اُس کی سلطنت ہر مصیبت سے بچی رہے۔ یہ سمجھنے کی بات ہو جب روسیہ اور ترکون کی جنگ ہوئی تھی اور ترک شکست یاب ہو کے قسطنطنیہ کی دیوارون مین محدود ہو گئے تھے۔ کس ہندی مسلمان نے یہان فساد کیا اور ایسی حالت مین کہ لبون پر دم آگیا تھا کونسے ہندوستانی شہر مین بغاوت کے آثار پائے گئے اسیطرح ۱۸۹۵ء مین مسئلہ آرمینیا چھڑنے پر سوائے اسکے کہ مسلمانون نے جلسے کرکے گورنمنٹ انگلستان سے امداد دینے کی درخواست کی کون سی بے عنوانی اُن سے خلاف گورنمنٹ سرزد ہوئی اور کہان بغاوت کے آثار پائے گئے۔ گورنمنٹ نے دیکھ لیا کہ خلیفہ تسلیم کرنیکی حالت مین ہندوستانی مسلمان اگر کچھ وقت مصیبت ترکون کو امداد دیسکتے ہین تو صرف اسقدر جو اُنھون نے جنگ روم وروس اور معاملہ آرمینیا مین دی تھی۔ جب یہ کل باتین آئینہ ہوتی چلی جاتی ہین پھر نہایت افسوس ہو کہ بعض مصنفون نے گورنمنٹ کو اس مسئلہ خلافت مین کیون دھوکا دے رکھا ہو اور کیا وجہ ہو جو ایمانداری سے اپنی رائے نہین دیجاتی۔ ہمنے یہ رسالہ محض گورنمنٹ انڈیا کے شکوک مٹانے کیلئے لکھا ہو اور ہمین امید ہو کہ گورنمنٹ اپنی بعض غلط فہمیون کی خلافت کے متعلق ضرور اصلاح کریگی

ہندی مسلمان

انگریزی حکومت کے قایم ہونیکے بعد ہندوستان مین بعض ایسے قدرتی واقعات کا ظہور ہوا جس سے گورنمنٹ ہند مسلمانون سے چوکنی ہوگئی اور سب سے زیادہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب نے ایک رسالہ انڈین مسلمان لکھ کے گورنمنٹ کو اور بھی ڈرا دیا۔ حالانکہ ہنٹر صاحب کے ایجادی خیالات کی بعدازان تردید کردی گئی اور سمجھا دیا گیا کہ جو کچھ اس فاضل مورخ نے لکھا ہی وہ اُسکے ذاتی خیالات اور ایجادات ہین توبھی گورنمنٹ ہند جو کئی ہزار میل سے آکے یہان حکومت کرتی ہی پوری مطمئن نہین ہوئی۔ اور جب کبھی کوئی معمولی سی بھی بات ہوئی اُس سے اسطرح چونک پڑتی ہی گویا ایک خطرۂ عظیم اُسے درپیش ہی حالانکہ اُس بات کی بعدازان پوری قلعی کھلجاتی ہی لیکن ایک وہم سا گورنمنٹ ہند کو ضرور ہوجاتا ہی مثلاً ترکی ٹوپیون کا ایک معاملہ پیش ہے اگرچہ گورنمنٹ ہند نے براہ راست کوئی بازپرس ہمین نہین کی کہ ترکی ٹوپیان کیون پہنی جاتی ہین۔ لیکن بعض انگریزی حکام کے ناک بھون چڑھانیسے غریب مسلمان یہ سمجھے کہ گورنمنٹ ترکی ٹوپی سے ناراض ہوتی ہی اور چاہتی ہی کہ کوئی مسلمان ترکی ٹوپی نہ پہنے۔ گورنمنٹ ہرگز ایسی کم ظرف اور بزدل نہین ہی۔ وہ معاملات سیاسی مین اول درجہ کی دوراندیش تو ضرور ہی لیکن ایسی ایسی ذلیل باتون کیطرف کبھی خیال نہین کرتی اور اس قسم کی ترکی ٹوپیون کی اگر تمام ہندوستان بھی پہننے لگے اُسے کبھی پروا نہوگی۔

گورنمنٹ ہند کے دلمین جب سے مسلمانون کیطرف سے کچھ وہم پیدا ہوگیا ہی اگرچہ وہ وہم مختلف آزمایشون اور امتداد زمانہ سے مٹتا جاتا ہی۔ مسلمان بھی پھونک پھونک کے قدم رکھنے لگے ہین۔ اور ادنیٰ ادنیٰ باتون کا اُنھین بھی وہ مبالغہ آمیز خیال ہونے لگا ہی۔ جس کا سر نہ پیر بعض مسلمان پرچون نے یہ شائع کردیا کہ گورنمنٹ ہند پوشیدہ تحقیقات کررہی ہی کہ ترکی ٹوپی کی ابتدا کیون کر ہوئی اور کیا وجہ ہی کہ اس ٹوپی کا رواج ہندوستان مین زیادہ ہوتا جاتا ہے

یہ خیالات بہت ہی کم وقعتی کے ہین اور گورنمنٹ کبھی ایسی بزدلانہ کاروائی نہین کرنے کی اس ذلیل اور خفیف معاملہ مین تحقیقات کی کیا ضرورت ہی جبکہ اس ٹوپی کے بانی مبانی گورنمنٹ کے اول درجہ کے خیرخواہ سرسید احمد خان کے سی ایس آئی ایل ایل ڈی تھے۔ علیگڈھ ہی سے اِن ٹوپیون کا رواج پڑا۔ اور وہین سے یہ چشمہ اُبلا۔ وہ خود بھی ترکی ٹوپی پہنتے تھی اور مرتے دم تک اُنہون نے ترکی ٹوپی نہین اُتاری۔ گورنمنٹ اس بیہودہ خیال مین کیون اپنا وقت ضائع کرنے لگی۔ جبکہ ہندوستان کے راسخ الاعتقاد مسلمان اور مذہبی گروہ اس ٹوپی کو سخت حقارت سے دیکھتا ہی۔ ترکی ٹوپی پہنی اور مولویونکی نظر مین نیچری۔ بددین اور کرشتان ہو گئے۔ مجال ہی کوئی شخص کسی مسجد مین ترکی ٹوپی پہنکے چلا جائے۔ اور وہان سے بغیر کفر و ارتداد کا تحفہ لیئے واپس چلا آئے جب ترکی ٹوپی سے مسلمانون کو یہ نفرت ہی پھر گورنمنٹ کو کیا ضرورت پڑی ہی کہ وہ ایسے بے بنیاد خیالات کرکے اپنا قیمتی وقت اور روپیہ برباد کریگی۔ کوئی حاکم انگریز خواہ وہ ترکی ٹوپی سے کیسا ہی متعصب ہو پہننے والے کی نسبت وہ رائے قائم نہین کرسکتا جو ایک مولوی اور راسخ الاعتقاد مسلمان اُس شخص پر جلدی سے ایک مکروہ رائے قایم کردے گا اور اُسے کرستان سے تعبیر کرے گا۔

سوائے چند تعلیم یافتہ مسلمانون کے کوئی مسلمان ترکی ٹوپی نہین پہنتا اور وہ پسند نہین کرتا کہ اُسکے بچے ترکی ٹوپی پہنا کرین۔ اگرچہ ہر مسلمان سمجھتا ہی کہ ترکی ٹوپی ترکون کا پہناوا ہے اور ترک مسلمان ہین۔ لیکن پھر بھی وہ اس سبب سے تعصب اور نفرت کرتا ہی کہ یہ علیگڈھ سے نکلی ہی اور سرسید مرحوم نے نکالی ہی چونکہ وہ مسلمان نہین تھے اور اُنہون دین اسلام مین رخنہ اندازی کی اسلیئے اس ٹوپی کو کبھی نہ پہننا چاہیئے۔ جو شخص یہ ٹوپی پہنتا ہی خواہ اُسے سید مرحوم سے کوئی مذہبی تعلق بھی نہو حتیٰ کہ وہ مرحوم سید کو جانتا بھی نہو لیکن کہلائیگا سید کا امتی ہی اور اگر اُسنے ترکی ٹوپی

کے ساتھ کوٹ پتلون پہن لیا بس پھر کیا تھا وہ پکا چھٹا نیچری بنگیا۔

نہایت افسوس سے دیکھا جاتا ہو کہ ہندوستان مین مسلمانون کا کوئی قومی لباس نہین ہی۔ ہندوستان تو ہندوستان ایک شہر مین یکسان لباس نہین ہی۔ شہر کو بھی جانے دو ایک محلہ مین یکسان لباس نظر نہین آئیگا۔ انگرکھا جو خاص دہلی اور لکھنؤ والون کی مہذب پوشش ہی پنجاب مین حقارت سے دیکھا جاتا ہی۔ اور پنجاب والے اعتراض کرتے ہین کہ انگریزی خانسامان یہ لباس پہنا کرتے ہین۔ صرف ایک پاجامہ کی تراش مین بہت بڑا اختلاف ہی۔ کوئی نیچی موری کا سیدھی تراش کا پہنتا ہی کوئی ٹخنون سے اونچا پہنتا اور ٹخنے کے پاس بٹن لگاتا ہی۔ کوئی کلیون دار پہنتا ہے کوئی ڈھیلا غرارہ دار پہنتا ہی۔ صرف ایک پاجامہ مین جب یہ اختلاف ہی تو اور لباس مین کتنا ہونا چاہیئے۔ اور پھر تعجب کی بات یہ ہی کہ ایک قسم کی تراش کے پہننے والے کو دوسری تراش والا حقارت سے دیکھتا ہے۔

جب لباس مین اِس بلا کا اختلاف قومی ہی اور کل مسلمان مثل بے سری بھیڑون کے اِدھر اُدھر بھٹکتے پھرتے ہین۔ پھر تعجب ہی کہ ترکی ٹوپیون پر جو خاص نہ کسی فریق کی پوشش ہین اور نہ مسلمانون کے کسی خاص گروہ کا لباس ہی کیون اعتراض کیا جاتا ہی۔ ہماری گورنمنٹ اعلی درجہ کی مدبر اور آزادی پسند گورنمنٹ ہی۔ وہ جب مذہب مین دست اندازی کرنا پسند نہین کرتی۔ اسلامی یا مسلمانی معاشرت مین کیون دست اندازی کرنے لگی۔ اور اگر یہ کہین جو شخص ترکی ٹوپی پہنتا ہی وہ ترکون کا ہمدرد بنجاتا ہی تو یہ خیال محض لغو اور بیہودہ ہی۔ کاش مسلمانون مین یہ روح ہوتی کہ محض ایک سر کے لباس سے اُن مین قومی محسوسات اور ہمدردی پیدا ہو جاتی تو آج کو اُنکی یہ نوبت ہی کیون ہوتی۔ لباس پہنکے اثر پذیر ہونا تو کیسا ناصح مشفق کی لگاتار نصیحتین تو اُن پر مطلق اثر نہین کرتین یہان تک کہ قدرت کی ناقابل برداشت سزائین بھی اُنکی بے عنوانی کو نہین بدل سکتین۔ اور اگر یہ

بھی تسلیم کرلیا جائے کہ نہین لباس کا اثر مسلمانون پر ضرور ہوتا ہی تو ہمین یہ نسبت ترکی ٹوپیون کے انگریزی لباس پہننے والے زیادہ ملین گے۔ اُن پر انگریزی حکومت کا حسب دلخواہ اثر ہوتا حالانکہ یہی کوٹ پتلون والے کانگریس کے جلسون مین اسٹیج پر انگریزی انتظام کے نقائص بیان کرتے ہوئے نظر آتے ہین۔ اِنکے مقابلہ مین مشرقی لباس والیکو کبھی بھی انگریزی انتظام پر نکتہ چینی کرتے ہوئے نہین دیکھا۔ لباس قومی خصوصیات پر ایک گونہ ضرور اثر کرتا ہی لیکن اُسوقت جب کل قوم کا لباس یکسان ہوجائے اور اُسکی یکسانی مین کبھی فرق نہ پڑے۔ مسلمان اگر ایک ہی لباس اختیار کرلین تو اُن کے قومی اتحاد مین بہت مدد ملے لیکن ہندوستان کی مختلف مرز وبوم اور خلاف محسوسات معاشرت اور تمدن کبھی ایسا نہین ہونے دیگا۔ ہان اگر کوئی اُن کا سر دھر ابنجائے اور وہ اُنکو ایک لباس پہنوادے تو ممکن ہی مگر ایسا ممکن ہونا محال عقل ہی بلکہ ناممکن کی حد تک پہنچا ہوا ہے۔

بعض بزدل مسلمان کچھ ایسے ازخود رفتہ ہوگئے ہین کہ ہلال اور تارہ کو بغاوت کی نشانی قرار دیتے ہین۔ اسلیئے کہ یہ ترکون کا نشان ہی۔ مگر وہ نہین جانتے کہ اُن کے اِن ذلیل خیالات پر اعلیٰ درجہ کے انگریزی حکام مضحکہ اڑاتے ہین۔ ہلال اور تارے کا استعمال صرف ترکون ہی مین نہین ہی بلکہ بہت سے انگریزون مین بھی ہی۔ ہمنے اکثر لنڈن کی بنی ہوئی چیزون کو دیکھا ہی کہ اُنپر ہلال اور تارہ بنا ہوا ہوتا ہی۔ اور بہت سی کمپنیون نے اِس نشان کو اپنا ٹریڈ مارک بنایا ہی۔ یہ ساری باتین مضحکہ خیز ہین اور باغیانہ خیالات کو اِن باتون سے کچھ تعلق نہین ہے۔ ہماری عقلین روز بروز سلب ہوتی جاتی ہین اور اخلاقی جرأت کا نام ونشان امتداد زمانہ سے ہم مین مٹتا جاتا ہی یہ بیہودہ طریقے کہ ہم ترکی ٹوپی پہننا چھوڑدین یا ہلال وتارے کا استعمال نکرین یا سلطان المعظم کو خلیفہ نہ مانین۔ کبھی ہماری وفاداری اور خیر خواہی کو انگریزی حکومت کی نگاہ مین نہین بڑھا سکتے۔

وفادار رعایا کے فرایض یہ ہین کہ ہر مشکل موقع پر گورنمنٹ کی امداد کرین۔ اُسکے لیئے اپنا خون بہادین اپنا روپیہ اُسپر سے اگر اُسے ضرورت ہو تصدق کر دین۔ انتظام مین اُسکی امداد کرین اور ہر موقع پر جان نثاری کیلیئے حاضر رہین۔ یہ باتین ہین جو ایک وفادار رعایا کے لیئے زیبا ہین۔ نہ کہ گورنمنٹ کو کسی حالت مین امداد تو ایک پیسہ کی نہ دین۔ نہ اُسکے دشمن کے مقابلہ مین اپنا خون بہانے کیلیئے جائین۔ نہ انتظام سلطنت مین اُسکا ہاتھ بٹائین۔ بلکہ ترکی ٹوپی پہننا چھوڑ دین ہلال اور تارے کے نشان کا استعمال نکرین۔ اور سلطان ترکی کو بُرا بھلا کہین۔ گورنمنٹ آخر الذکر باتون سے کبھی خوش نہین ہوگی۔ اور وہ ایسے شخص کو نفرت کی نظر سے دیکھی گی۔

ہندی مُسلمانون کی نسبت بعض انگریزی مصنفون کے خیالات

سر آلفرڈ سی لائل کے۔ سی۔ بی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ اپنی کتاب ایشیاٹک اسٹڈیز کے باب گیارہ مین اسلام اِن انڈیا (یعنے اسلام ہند مین) کی سُرخی سے ایک بسیط مضمون اسطرح شروع کرتے ہین۔ "ڈاکٹر ہنٹر کی کتاب اور انڈین مسلمانس (ہمارے ہندی مسلمان) نامی بہت ہی دلچسپی سے پڑھی گئی۔ مگر ساتھ ہی اُن لوگون کو جو مذہبی اور سیاسی معاملات کو خطرناک صورت مین دیکھتے ہین یہ ہنٹر صاحب کی کتاب نے پریشان بنا دیا۔ مصنف کتاب (ہنٹر) انگلستان مین اعلی درجہ کا لکھنے والا مشہور ہے۔ اسمین کلام بھی نہین چند سال گزشتہ سے خاص اس معاملہ مین جو کچھ اُسے عام شہرت اور ناموری حاصل ہوئی ہے وہ آج تک کسی انگریز افسر کو نصیب نہین ہوئی جو کتاب مسٹر ہنٹر ہندوستانی معاملات پر لکھ کے لندن بھیجتے ہین اُسکو ہزارون آدمی بہت دلچسپی سے پڑھتے ہین اور بڑے بڑے عالی دماغ الصاف سے اُسکے مضامین پر غور کرتے ہین اور اُنہین جانچتے ہین

تعجب ہو کہ وہ انگریز جنہین فی الحقیقت ہندی معلومات مین پوری مہارت ہو اور جو موجودہ علم ادب کے بھی فاضل ہین ہنٹر صاحب کے آگے اُنکی دال نہین گلتی۔ اور جو شہرت ہندی انتظامات کے بیان کرنے اور جانچنے کی ہنٹر صاحب نے حاصل کرلی ہو اُسکی ہوا تک بھی کسیکو نہین لگی۔ ابھی تک مسٹر موصوف کے آگے کسیکا چراغ نہین جلا اور خواہ کچھ ہی قابلیت کیون نہو کوئی آنکھ بھر کے بھی دوسرے مصنف کی کتاب ہنٹر صاحب کی مصنفہ کتاب کے آگے نہین دیکھتا۔ میکالے کو ہم اس سے مستثنیٰ کرتے ہین۔ اُسکی لیاقت۔ دماغی قابلیت اور واقفیت نے اپنا سکہ بٹھا دیا ہی۔ اس فاضل مورخ نے وارن ہیسٹنگ اور کلائیو کے کارنامے لکھ کے معمولی ناظرین کو اپنا گرویدہ بنا لیا ہے مگر اُسکی تحریر کا طرز بتاتا ہو کہ اسمین رنگینی اور لفاظی سے زیادہ کام لیا گیا۔ اور اُسکی مصنفہ کتاب بحیثیت ایک تاریخ کے دنیا مین پیش نہین ہوسکتی۔ عبارت کی رنگینی مین میکالے کی بہت سی اغلاط بھی پوشیدہ ہین۔ جنکو معمولی آنکھ نہین دیکھ سکتی۔ اخیر مسٹر ڈبلیو۔ ایم ٹارنیس نے ایک کتاب ایمپائر ان ایشیا لکھ کے اُسکی بہت سی کُھلی غلطیون کی اصلاح کی۔ یہ کتاب ۱۸۷۲ء مین شائع ہوئی تھی۔

ڈاکٹر ہنٹر صاحب کی رایون کا لُب لباب صرف یہ فقرہ ہو جو اُنکی کتاب کے آغاز مین پایا جاتا ہو وہ لکھتے ہین کہ "ہندی مسلمان اب بھی اور سالہا سال سے انگریزون کی حکومت ہند کے لیئے خطرناک عنصر ہین" ڈاکٹر ہنٹر صاحب بیان کرتے ہین کہ ہماری شمال مغربی سرحد پر آئے دن جو جو خرابیان ہوتا رہتا ہی اُسکی ایک ادنے دلیل ہی۔ پھر مختلف وجوہات بیان کرنیکے بعد ڈاکٹر ہنٹر خود بخود یہ سوال کرتے ہین "آیا ہندی مسلمان ملکہ معظمہ کے خلاف بغاوت کرنا اپنا فرض مذہبی سمجھتے ہین" اس کے بعد ہنٹر صاحب نے اُن تکالیف کا ذکر کیا ہے جو ہندی مسلمانون کو انگریزی حکومت سے پہنچ رہی ہین۔ اُن کا بیان ہو اسیوجہ سے ناراضی کا بیج بویا گیا ہو اور یہی سبب ہے کہ مسلمان سخت

بد دل ہو رہے ہین - پھر ڈاکٹر صاحب نے خاص ایک باب مین وہابیون کا ذکر کیا ہے۔ انکی اصل بتائی ہو کہ مذہب وہابیہ کہان پیدا ہوا اور اسکا اثر ہندوستان مین کیونکر پہنچا۔ مجھے اسکی ضرورت نہین ہو کہ مین وہابیون کے واقعات تاریخی بیان کرنے مین ہنٹر صاحب کی تقلید کرون بلکہ میرا یہ ارادہ ہو کہ مین اس بات کو ظاہر کر دون - آیا ہنٹر صاحب نے واقعات کی تطبیق کے بعد جو نتائج نکالے ہین وہ کہان تک صحیح ہین - تاکہ ہر فہمیدہ انگریز سمجھ لے کہ ڈاکٹر ہنٹر صاحب کے استنباطی مسائل کہان تک درست ہین - اور اُنھون نے نتیجہ نکالنے مین کہان تک واقعات کو مدنظر رکھا ہی عبارت کو دلچسپ بنانے اور الفاظ مین جان ڈالنے مین ہنٹر صاحب نے ایک خاص قابلیت دکھائی ہو اُن کے استنباطی نتائج صحیح تو ضرور ہین لیکن سب پر صداقت کا اطلاق نہین ہو سکتا ہنٹر کے بعد کرنیل ناسولیس صاحب ہین جنھون نے مسلمانون کی تکالیف کو شمار کرایا ہو جن کی تحریر کو ہنٹر نے ۱۸۷۱ء کے لندن ٹیمس مین تین چٹھیون کی صورت مین شائع کرایا تھا۔ کرنیل لیس اسلامی کالج کلکتہ کا پرنسپل تھا اور نشیبی بنگال کے مسلمانون کیطرف اُسے ہمیشہ توجہ رہی ہو۔ فاضل لیس نے ہماری تعلیمی حکمت عملی پر ہمیشہ نکتہ چینی کی ہو اور میکالے کی تعلیمی تحریک پر بہت سنگین اعتراض کیئے ہین وہ کہتا ہو کہ جو تعلیم کا طریقہ ہمنے نکالا ہی۔ اس سے ہماری مسلمان رعایا کے تمدنی اور سیاسی حالت کو بہت صدمہ پہنچا ہی۔

ڈاکٹر ہنٹر اور کرنیل لیس نے مسلمانون کیطرف سے بڑے بڑے الزامات ہم پر رکھے ہین اور جو واقعات اُس نے قلمبند کیئے ہین وہ زیادہ تر نشیبی بنگال کے مسلمانون سے چسپان ہوتے ہین مگر اُنھون نے کل ہندوستان کے مسلمانون سے چسپان کرنے چاہے ہین اور اُنہین زبردست منطقی پیرایے مین عامۃ خلائق اور گورنمنٹ کے آگے پیش کیا ہی۔ وہ الزامات جو گورنمنٹ ہند پر لگائے گئے ہین حسب ذیل ہین۔

"ہمین اُن سخت الزامات سے اپنے کانون کو بند نکرنا چاہیئے جو ہندی مسلمانون"
"نے ہم پر لگائے ہین۔ وہ ہم پر الزام لگاتے ہین کہ تمام معزز راہین گورنمنٹ نے"
"ہمارے مذہب کے علما کے لیئے بند کردی ہین۔ وہ ہم پر الزام قایم کرتے ہین کہ حکومت"
"ہند نے تعلیم کا نیا سلسلہ نکال کے ہمین کہین کا بھی نہین رکھا کیونکہ اُسکے لیئے"
"ہم تیار نہ تھے اور اب ہماری حالت گداگری تک پہنچگئی ہو۔ وہ الزام لگاتے ہین کہ"
"ہمارے شرعی محکمون کو موقوف کرکے جو شادی اور مذہبی احکام صادر کرتے تھے"
"ہمارے ہزارہا خاندانون پر ایک آفت اور مصیبت پیدا کردی۔ وہ الزام رکھتے ہین"
"کہ ہماری مذہبی تقریبات ادا کرنیکے ذرایع بند کرکے تکمیل فرایض مذہبی مین ہین"
"بہت کچھ نقصان پہنچایا ہو۔ وہ ہمین اس بات پر ملزم گردانتے ہین کہ ہم نے اپنے"
"زمانۂ ترقی اور بہبودی مین اُنپر ذرا بھی رحم نہین کھایا اور ہمارے قدیم بادشاہون"
"اور حکمرانون کو برباد کردیا۔ وہ ہم سے التجا کرتے ہین کہ ہم اُن کے ساتھ فیاضانہ"
"برتاؤ کرین اور اولوالعزمی کے ساتھ اُن سے پیش آئین۔"

یہ الزامات ہین جو فاضل مورخون نے مسلمانون کیطرف سے ہم پر لگائے ہین۔ لیکن مجھے شبہہ ہو آیا یہ گرم اور تیز جملے فی الواقع مسلمانون کیطرف سے پیش ہوسکتے ہین یا نہین۔ اور آیا ان الزامون مین عام مسلمانون کے خیالات کو صحیح طور پر پیش کیا گیا ہی یا نہین مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ الزام محض فاضل مورخ کے خیالات کا نتیجہ اور اُسکی خود ایجاد ہین۔ یہ گرم اور تیز فقرے توپوں کی زبان سے روسی سلطنت مین اچھے معلوم ہوتے یا پچاس سال گزشتہ اگر یونانی ترکی شخصی اور خود مختارانہ حکومت مین ایسا بیان کرتا یا آئرش پاپا گزشتہ صدی کے سخت ترین قوانین سلطنت کی نسبت یہ خیالات ظاہر کرتا تو بہتر ہوتا ایسے سخت خیالات اُسوقت بھی موزون نہین ہوسکتے تھے اگر ہم مسیحی مسلمانون کیساتھ

ایسا سلوک کرتے جو اُنھون نے دنیا کے اور مقامات پر نصاری سے کیا ہی۔ یا جیسا شاہ اورنگ زیب نے ہندؤن پر مظالم کیئے ہین یا جیسا حیدر علی اور ٹیپو نے میسور مین ہندؤن پر روا رکھے ہین۔

موجودہ ہند کے مسلمان باستثنائے ادنیٰ طبقہ کے مسلمانون کے اعلیٰ درجہ کے مشرقی مدبّر ہین اور اُنھین ایشیائی تاریخ کا بہت بڑا علم ہے اور وہ بہت کچھ تجربہ رکھتے ہین وہ اِن سخت حملون کی جو ڈاکٹر ہنٹر نے اُنکی طرف سے بیان کیئے ہین اچھی طرح قیمت جانتے ہین۔ وہ اپنی گزشتہ اور موجودہ حالت کا اچھی طرح مقابلہ کرسکتے ہین۔ اسمین کلام نہین کہ ہماری سلطنت سے اُنھین گونا کدورت ضرور ہی اور وہ ہمارے انتظامی سلسلہ کو ناپسند بھی کرتے ہین۔ اُن مین سے اکثر عیسائیون سے سخت متعصب ہین۔ اور اُن کا یہ تعصب ایک ہزار سال کی رقیبانہ کاروائیون سے برابر چلا آتا ہی اور وہ اُن انگریزون سے بھی نفرت کرتے ہین جو ہندوستان مین آکے آباد ہو گئے ہین۔ مشرق اور مغرب مین ہمیشہ سے ایک لاگ چلی آتی ہے۔ اور اِسمین مسلمان بھی مبتلا ہین۔ لیکن جو الزامات ڈاکٹر ہنٹر نے مسلمانون کیطرف سے ہماری حکومت ہند پر رکھے ہین۔ اُن کا بہت بڑا حصہ محض غلط ہے۔ اِن الزامون سے ایک سخت غلط فہمی ملک مین پھیل گئی ہے۔ اور اِسی وجہ سے مین نے ہنٹر صاحب کے خلاف قلم اُٹھایا ہے۔

سر لائیل کی تحریر یہان ختم ہوگئی۔ ہم نہین کہہ سکتے جو کچھ ہنٹر۔ لیس اور لائیل نے ہندی مسلمانون کی طرف سے لکھا ہی کہان تک صحیح اور کہان تک غلط ہی۔ لیکن یہ ہم ضرور کہینگے کہ جو حالت ہم اپنی خود بیان کرسکتے ہین غیر شخص ہرگز نہین بیان کرسکتا۔ ہمین اپنی حالت کا اندازہ بہ نسبت دوسرے کے اچھی طرح ہوسکتا ہی۔ جب ہم خود اپنی وکالت کرنیکی قابلیت رکھتے ہین پھر ہمین کیا ضرور ہی کہ ہم ایک اجنبی شخص کو اپنا وکیل بنائین۔ ہمیشہ انگریزی مصنفون نے محض غلط

پیرائے مین ہماری حالت کا نقشہ حکومت ہند کے آگے پیش کیا ہے اور ہم افسوس سے کہتے
ہین کہ ہم ہرگز کسی مصنف کی بالکلیہ رائے سے اتفاق نہین کرتے۔ اسمین ہرگز شک نہین کہ
ابتدائے زمانہ مین مسلمانون کی عام نظرین انگریزون پر اختلاف مذہب کی وجہ سے اچھی نہین
پڑتی تھین۔ لیکن یہ نفرت بہت ہی قلیل عرصہ تک رہی اور باستثنائے جاہل مسلمانون کے
شریف گروہ انگریزی سلطنت کو اپنے حق مین برکت سمجھنے لگا۔ غدر سے پہلے علما کا ایک گروہ
انگریزی ملازمت مین داخل ہو چکا تھا۔ مفتی صدرالدین جیسا فاضل اور مذہبی پیشوا انگریزی عدالت کا
صدر الصدور تھا۔ مولوی فضل حق خیرآبادی جیسا زبردست عالم انگریزی کچہری مین سررشتہ داری
کا کام کرتا تھا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز جیسا مرجع خلایق اور مسلمانان ہند کا پیشوا اس بات پر
مجبور ہوا تھا کہ انگریزی حکومت سے اپیل کرکے چند قطعات زمین کو حاصل کرے جو وراثتاً آپ کے
خاندان مین چلے آتے تھے اور جنپر جنگ اور بے انتظامی کیوجہ سے غیرون کا قبضہ ہو گیا تھا۔ دہلی
مین سکندر صاحب کا رسالہ اس بات کا شاہد ہو کہ کتنے شرفا نے انگریزون کی جنگی ملازمت اختیار
کر لی تھی۔ اور خوشی سے دیکھا جاتا ہو کہ سکندر صاحب کے رسالہ مین جتنے افسر اور سوار تھے۔ سب کے
سب خاندانی اور شریف تھے۔ اور ایسے شریف جنمین پشتہا پشت تک بھی کوئی فی نہین نکال سکتا
چنانچہ میرے نانا عالیجناب میر قدرت اللہ صاحب رسالدار مرحوم و مغفور اور میرے تینون مامون
اسی رسالہ مین ملازم تھے۔ اور جنمین سے ایک مامون کا جو سرکاری پنشن یافتہ تھے اور جن کا اسم
مبارک میر عبدالرحیم تھا ابھی انتقال ہوا ہی۔ اسیطرح اس رسالہ مین کل کے کل اعلیٰ درجہ کے شریف
اور نجیب تھے جو سرکار کمپنی کیطرف سے غدر مین پہاڑی پر خوب خوب لڑے اور باغیون کی اچھی طرح
سرکوبی کی۔ یہ ساری باتین شہادت دیتی ہین کہ سو برس اُدھر سے مسلمانون کی نفرت انگریزون
سے دور ہونے لگی تھی اور شریف تعلیم یافتہ مسلمان خود بخود انگریزی حکومت کی برکتین سمجھ کے

اُس سے مانوس ہوتے جاتے تھے۔ اور اب تو یہان تک کیفیت ہوگئی ہی کہ موجودہ زمانہ کے تعلیم یافتہ مسلمان بالکل انگریزی معاشرت مین غرق ہوگئے ہین اور انھین انگریزون کی ہر بات خواہ اچھی ہو یا بُری دل سے بھاتی ہی۔ اور جو مسلمان تعلیم یافتہ نہین ہین اُنھین انگریزی حکومت سے اِس لیئے دلچسپی ہی کہ اُن کے مذہبی حقوق کی کامل حفاظت کیجاتی ہی اور ہر مذہب بلا تفریق بآزادی مناتے ہین۔

ہم خوب جانتے ہین کہ ہماری مذہبی آزادی بعض اسلامی ممالک مین کیسی ہی اور ہمارے آزادانہ خیالات کو کسقدر صدمہ پہنچایا جاتا ہی۔ ایران مین ایک پردیسی سنّی المذہب آزادی اور خوشی سے نہین رہ سکتا۔ افغانستان مین وہابیون کی زندگی محال ہی۔ نجد مین متلد کا گزارہ نہین غرض یہ ضرور ہی کہ کسی اسلامی سلطنت مین خواہ سلطنت کی آئین کچھ ہی مصلحت کیون نہو کسی شخص کو حکم نہین ہی کہ مذہبی آزادانہ خیالات کا اظہار کرے۔ الحمد للہ کہ انگریزی سلطنت مین یہ بات نہین ہی۔ باوجودیکہ یہان متضاد عنصر جمع ہین۔ اور اِسکے سوا تیرہ سو برس سے عیسائیون اور مسلمانون مین قتل و غارت ہو رہی ہی۔ لیکن مسلمان ایک حد تک بہت آزاد ہین اور یہ وہ آزادی ہی جو اُنھین صدہا برس سے نصیب نہین تھی۔

اسلامی سلطنت ہند مین معمولی شخص تو کجا خود شہنشاہ کانپا کرتے تھے اور اُنکی مجال نہ تھی کہ خلاف عقیدۂ ملک کچھ بھی زبان سے نکال سکین۔ اکبر نے آزادانہ خیالات مذہب کی نسبت ظاہر کیئے تھے۔ اسکی وہ دھوم مچی اور وہ مخالفت ہوئی کہ اخیر اکبر کو صاف انکار کرنا پڑا۔ مُلا عبد القادر بدایونی کے حملے۔ فیضی۔ ابو الفضل اور خود اکبر کو گالیان دنیا تاریخون مین مرقوم ہی۔ یہ بندک بند تو حضور انور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ راشدین کے وقت مین بھی نہ تھی۔

مُلا عبد القادر نے جو فیضی پر ناجائز اور شرمناک حملے کیئے ہین۔ اُن سے یہ پتہ چلتا ہی کہ

اکبر کے زمانہ مین جو آزادی کا زمانہ کہلاتا ہی کس بلا کا مذہبی تعصب رائج تھا اور کیا ممکن تھا کہ عام مسلمانون کے عقیدہ کے خلاف کوئی ایک لفظ بھی زبان سے نکال سکتا۔ اس کے مقابلہ مین موجودہ زمانہ کسقدر آزادی کا ہی کہ ہر شخص اپنا ما فی الضمیر ادا کر سکتا ہی اور کوئی شخص اُسکی طرف آنکھ اُٹھا کے نہین دیکھ سکتا۔

فتویٰ بعض علما نے شہنشاہ اکبر کو خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا فتویٰ دیدیا تھا۔ اگرچہ اُس زمانہ مین متعصب مُلّاؤن نے ایسے فتوے کی مخالفت کی تھی۔ لیکن ہماری رائے مین اُنکی مخالفت فضول تھی۔ مخدوم الملک شیخ عبد النبی صدر الصدور۔ قاضی جلال الدین ملتانی قاضی القضاۃ اور صدر جہان مفتی کل شیخ مبارک اور غازی خان بدخشی وغیرہ جیّد علما نے ایک محضرنامہ تیار کیا جسکا مضمون یہ تھا کہ ہر امام عادل مجتہدون سے زیادہ فضیلت رکھتا ہی۔ اور مسائل مختلف فیہ مین اگر وہ مرجوع روایت کو اختیار کرے تو جائز ہے اس سے یہ غرض تھی کہ کوئی شخص احکام ملکی اور شرعی مین اکبر سے مخالفت نکرے۔ بحث کو بڑا طول ہُوا گفتگو یہان تک آٹھری کہ اجتہاد اور مجتہد کسکو کہتے ہین اور امام عادل کو جو ملکی مصلحتون سے اچھی طرح واقف ہے یہ اختیار ہے کہ بحسبِ مصلحت وقت کسی مسئلہ مختلف فیہ کو جاری کردے۔ کل علما کی اس فتوے پر مُہرین ہوگئین۔ یہ ممکن ہی کہ بعض علما نے ناخوشی سے مُہرین کی ہون۔ لیکن مُہرین قریب قریب سب کی ہوگئین۔ اصل محضر حسب ذیل ہے۔

"مقصود از تشیید این مبانی و تمہید این معنی آنکہ۔ چون ہندوستان عن الحدثان بیامن معدلت سلطانی و تربیت جہانبانی مرکز امن و امان و دایرہ عدل و احسان شدہ طوائف انام از خواص و عوام خصوصاً از علمائے عرفان شعار و فضلائے دقائق آثار کہ ہادیانِ بادیۂ نجات و سالکان مسالک اوتوا العلم درجات اند از عرب و عجم

رو بدین دیار نہادہ توطن اختیار نمودند جمہور علمائے فحول کہ جامع فروع و صول و حاوی معقول و منقول اند و بدین دیانت و صیانت اتصاف دارند بعد از تدبیر وافی و تامل کافی در غوامض آیہ کریمہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم و احادیث صحیح ان احب الناس الی اللہ یوم القیمۃ امام عادل من یطع الامیر فقد اطاعنی و من یعص الامیر فقد عصانی وغیر ذلک من الشواھد العقلیۃ و الدلائل النقلیۃ قرار دادہ حکم نمودند کہ مرتبۂ سلطان عادل عند اللہ زیادہ تر از مرتبۂ مجتہد ست و حضرت سلطان الاسلام کہف الانام امیر المومنین ظل اللہ علی العالمین ابو الفتح جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ ابداً اعدل و اعقل و اعلم باللہ اند۔ بنا بران اگر در مسائل دین کہ بین المجتہدین مختلف فیہا ست بذہن ثاقب و فکر صائب خود یک جانب را از اختلاف بجہت تسہیل معیشت بنی آدم و مصلحت انتظام عالم اختیار نمودہ بآن جانب حکم فرمائند متفق علیہ میشود و اتباع آن بر عموم برایا و کافہ رعایا متحتم ست و ایضاً اگر بموجب رائے صواب نمائے خود حکمے از احکام قرار دہند کہ مخالف نصے نباشد و سبب ترقیہ عالمیان بودہ باشد عمل بر آن نمودن برہمہ کس لازم و متحتم ست و مخالف آن موجب سخط اخروی و خسران دینی و دنیوی ست و این سطور صدق و فور حسبۃ للہ و اظہار الاجرا حقوق الاسلام بمحضر علمائے دین و فقہائے مہتدین تحریر یافت وکان ذلک فی شہر رجب سنۃ سبع و ثمانین و تسع مائۃ"۔

یہ فتوائے شیخ مبارک ابوالفضل اور فیضی کے پدر بزرگوار نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا۔ یہ شخص علاوہ فاضل ہونیکے پرہیزگار اور متقی بھی بہت بڑا تھا۔ اُس نے فتوے کے نیچے اپنی طرف سے یہ عبارت

لکھی تھی۔ " این امریست کہ من بجان و دل خواہان و از سالہا باز منتظر آن بودم " اس مین شک نہین کہ اکبر کو خلیفہ بنانے کی بہت بڑی حکمت عملی تھی۔ اور یہ علمائے وقت کا کام تہا جنھون نے قریشی ہونے کو ضروری نہ سمجھکے ایک ترکمان کو خلیفہ بنا دیا۔ ہم نے جو کچھ اوپر لکھا ہی اُسکا مفہوم صرف یہ ہی کہ خلیفہ ہونیکے لیئے قوم قریش کی ضرورت نہین ہی۔ یہی رائے علمائے دربار اکبری کی ہی۔ اب رہا یہ کہ فتوے مین جو کچھ لکھا گیا ہی زیادہ دلائل سے کام نہین لیا صرف پُرشوکت الفاظ کی بھرتی کردی۔ یہ اعتراض دوسرا ہے۔ اسمین شبہ نہین کہ شیخ مبارک ایک فاضل شخص تہا۔ مگر اُس زمانہ کا پیمانہ علم اسیقدر تہا۔ جو کچھ ہم نے گزشتہ صفحون مین لکھا ہی ایک منصف نظر ضرور اس بات کا فیصلہ کرے گی کہ اس قسم کی طرز تحریر سے ہمارا پایہ خود شیخ مبارک اور اُس زمانہ کے علما سے بہت بڑھا ہوا ہی کیونکہ جو کچھ ہم نے لکھا ہے اسی مضمون پر اس سے بہتر کوئی نہین لکھ سکتا۔ جو لکھا گیا انقطاعی لکھا گیا۔ اور خلافت کا فیصلہ ہمیشہ کے لیئے انقطاعی ہو گیا۔

اب رہا یہ جو فتوائے خلیفہ ہونیکا اکبر پر دیا گیا اکبر خلافت کے موزون تہا یا نہین اسکا فیصلہ فتوائے دینے والے علما کرینگے۔ ہمارا مطلب تو صرف یہ ہی کہ غیر قریش بھی خلیفہ ہو سکتا ہی۔

اب سوال یہ ہی کہ آیا شاہ ایران۔ سلطان مراکو۔ سلطان مسقط۔ سلطان زنجبار یا اور سلاطین افریقہ۔ خدیو مصر۔ اور امیر افغانستان خلیفہ یا امیر المومنین ہو سکتے ہین یا نہین۔ اور آیا مسلمانون پر انکی اطاعت کرنی فرض ہی یا نہین۔ میرا خیال یہ ہی کہ یہ سب اسلامی حکمران خلیفہ رسول اللہ ہین۔ اور ان مین ایک بھی ایسا نہین ہی جو خلیفہ نہو سکے۔ شاہ ایران اور نیز کل سلاطین افریقہ اور امیر کابل خلیفہ ہین۔ اور اسمین کوئی بھی اختلاف نہین کر سکتا۔ پھر سوال پیدا

ہوگا کہ خلیفہ ایک ہونا چاہیئے۔ یہ درجنون خلیفے ایک ہی زمانہ مین کیسے۔ اِسکا جواب اور امر متنازعہ کی توضیح حسب ذیل ہے۔

خلفائے راشدین کیوقت مین جب دار الخلافہ مدینہ تھا توصرف ایک ہی خلیفہ تمام اسلامی دنیا پر حکمران تہا۔ اور چونکہ مرکز خلافت وہ مقام تہا جہان حضور انور آرام فرما رہے ہین۔ اِسلیئے یہی مناسب تہا کہ ہر حکمران اُسکی طرف وقعت سے دیکھے اور اُسکا احترام کرے۔ جب مرکز خلافت مدینہ نہین قرار دیا گیا اور ہر ایک قوت کے کئی کئی ٹکڑے ہوگئے تو ایک ہی زمانہ مین دو دو تین تین مقامات پر خلیفہ نامزد ہوئے۔ کل مسلمان اور گروہ علما انہین امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین کے نام سے پکارتا تہا۔ ایک ہی وقت مین بنو عباس۔ بنی فاطمہ اور بنو امیہ اپنے اپنے ممالک مین خلیفہ کہلاتے تھے اور کبھی اُن کی خلافت پر کوئی اعتراض نہین ہوا۔ خلیفہ کوئی منصوصی امر نہین ہے کہ سوائے ایک آدھ کے کسی پر چسپان نہو جسطرح علماء جانشین مسند حضور انور سمجھے جاتے ہین خواہ اُنکی تعداد کتنی ہی ہو۔ اِسیطرح مسلمان بادشاہ خواہ وہ صدہا ہون۔ لیکن رسول کریم کے خلیفہ ہی مشہور تھے۔ اسلیئے کوئی وجہ نہین کہ موجودہ زمانہ کے مسلمان حکمران خلیفہ نہون۔ خواہ اُنکی تعداد کتنی ہی ہو۔ شاہ ایران کو اُنکی رعایا خلیفہ تسلیم کرسکتی ہے۔ اسیطرح امیر افغانستان کو افغانی خلیفہ مان سکتے ہین۔ اِسی لحاظ سے امیر نے ایک لقب اختیار کیا جو خلیفہ کی شوکت سے بھی بڑھ جاتا ہے مثلاً ضیاء الملۃ والدین امیر المومنین کا لقب سابق خلفا سے بھی بڑھ چڑھ کے ہے۔ اِس لقب یا خطاب پر کسی مولوی کی مجال نہین ہوئی کہ مخالفت کرسکتا۔ ہندوستان عرب ترکی اور خود افغانستان کے مولوی مُنہ مین گھنگنیان لیکے چُپکے ہورہے اور کسی نے ہُون تک بھی نہین کیا۔ امیر المومنین کا لقب جو خلفائے راشدین نے اختیار کیا تہا امیر کابل اسکا سزاوار ہے یا نہین۔ حالانکہ امیر کے قبضہ مین نہ مدینہ اور

بیت المقدس جیسے مقدس مقامات نہین ہین۔ پھر وہ یہ لقب اختیار کر کے سلطان ترکی سے بھی بڑھ گیا۔ یہ اعتراض ہوسکتا ہی اور عام فہم کے مطابق ممکن ہی کہ یہ اعتراض صحیح بھی ہو۔ مگر میرا خیال یہ ہی کہ اسپر کوئی اعتراض نہین ہوسکتا۔ اس سے زیادہ القاب بھی وہ اختیار کرتے تو نکتہ چینی محال تھی۔ قرآن مجید یا احادیث صحیحہ مین کہین بھی یہ نہین لکھا کہ خلیفہ ایک ہی ہو۔ اگر ایسا لکھا جاتا تو قانونِ قدرت کے مخالف تھا۔ ایک ہی وقت مین کئی کئی خلیفہ ہوئے اور جبتک اسلامی سلطنتین قایم ہین یون ہی خلیفہ ہوتے چلے جائینگے۔ اِن خلفا کی اطاعت کرنی اُنکی رعایا پر فرض ہی۔ جسکا حکم قرآن مجید مین آگیا ہی۔ مگر وہ لوگ جو اِس خلیفہ کے ملک مین نہین رہتے اُنہین اُسکی اطاعت سے کوئی سروکار نہین ہی۔ مثلاً ہم ہندی مسلمانون کو کسی خلیفہ سے کچھ بحث نہین ہی۔ ہان یہ بات دوسری ہی کہ ہماری نگاہون مین اُسکی وقعت ہو۔ ہم اُسکی بہتری دل سے چاہتے ہون۔ اور اُسکی ترقی کے دل سے آرزومند ہون۔ صرف اِس وجہ سے کہ وہ مُسلمان ہے۔

مُسلمان خواہ کیسے ہی برباد ہوجائین پھر بھی اُنہین کچھ کچھ محبت کا حِصّہ ملا ہی اور ایک مُسلمان کی ترقی اور تنزل بہت کچھ دلپر اثر کرتا ہی۔ سوائے اِس قدرتی تعلق کے جو روزِ پیدائش سے اُن کے خون مین ملا ہوا ہے اور کوئی تعلق نہین ہی۔ اور یہ وہ تعلق ہی جسے کوئی زبردست قوت بھی دل سے نہین مٹا سکتی۔ اب رہی یہ بحث کہ جب اتنے خلیفہ ہوگئے تو پھر سُلطانِ روم کی خلافت کی کیا وقعت رہی۔ خلیفہ کا لفظ مسقط اور مراکو یا زنجبار۔ ایران بخارا اور افغانستان حکمرانون کے نام کے ساتھ لگا ہُوا ہی۔ اور بس۔ مگر نہین ایک امتیاز ضرور ہے۔ اور یہ ایسا ہی امتیاز ہی جو ہر عصر مین ہوتا چلا آیا ہے۔ اِسوقت سلطان المعظم کے قبضہ مین وہ مقامات مقدس ہین جہان ہزارون لاکھون پیغمبر علیہم السلام پیدا ہوئے اور اپنی نبوت کا اعلان دیا۔ اور یہ وہ مقدس مقامات ہین

جنکو باستثنائے ہنود اور بودھ کے دنیا کی کل متمدن اور حکمران قومین مشبرک اور بزرگ سمجھتی ہین۔ اِس وسیع ارض مقدس کا ایک سلطان کے قبضہ مین ہونا اِس بات پر دلالت کرتا ہی کہ وہ اپنے ہمعصر حکمرانون سے کہین زیادہ وقیع ہی اور اُسکی عظمت اُن حکمرانون سے جنہین اِن مقدس مقامات کی خدامی کا فخر حاصل نہین ہی بہت بڑھی چڑھی ہی۔ اِس لحاظ سے سلطان ترکی غازی عبد الحمید خان موجودہ مسلمان حکمرانون سے وقعت اور عزت مین بڑا ہی اور ساتھ ہی اُسکی قوت بھی بہت بڑھی ہوئی ہی۔

موجودہ زمانہ ہی کا یہ نقشہ نہین ہی اول روز سے ایسا ہی چلا آتا ہی۔ جب مصر مین بنی فاطمہ خلافت کرتے تھے تو بنو عباس بغداد مین خلیفہ تھے۔ حالانکہ بنی فاطمہ نے سلطنت کی قوت اور عظمت مین بے انتہا ترقی کر لی تھی۔ لیکن وہ وقعت جو بغدادیون کو حاصل تھی اُنہین کبھی نہین ہوئی۔ بنی فاطمہ کے زمانہ عروج مین بغدادی خلافت صرف جلہ کے اِس پار رہگئی تھی اور تمام مقبوضات نکل چکے تھے۔ مثلاً جان نکل چکی تھی مگر لاش پڑی ہوئی تھی۔ تو بھی جو ناموری اور وقعت خلفائے بغداد کو حاصل رہی بنی فاطمہ کو کبھی نہین ہوئی دنیا کے تمام مسلمان خواہ ہندوستان کے رہنے والے ہون یا چین کے۔ خلفائے بغداد ہی کو اپنا خلیفہ سمجھتے رہے۔ ہندوستان کے پٹھان شہنشاہون کے زمانہ مین خطبہ بنو عباس کے نام کا پڑھا جاتا تھا۔ چین مین بنو عباسی خلیفہ مانے جاتے تھے۔ اِس زمانہ بھی چین کے مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہین کہ خلافت بغداد قایم ہے اور ہم اُسی کے تابع ہین۔

بنی فاطمہ کی وقعت صرف اِسلیئے زیادہ نہین ہوئی کہ وہ بغداد کی طرف سے مصر مین حاکم بنائے گئے تھے۔ بغداد کے ضعف پر بغاوت کرکے سرکشی اختیار کر لی اور خود مختار بن بیٹھے۔ دوسرے اُن کا قبضہ ارض مقدس پر کبھی نہین ہوا جس سے اُنکی وقعت لوگون کے

دلون مین جمتی - جو شوکت خلفائے بنی فاطمہ نے پیدا کی تھی وہ خلفائے بنو عباس سے
کسیطرح بھی کم نہ تھی - لیکن مصر کی چاردیواری سے اِن کا نام کبھی باہر نہین نکلا تو بھی انہین
خلیفہ کہتے تھے - اور اُنکی خلافت ابھی تک تسلیم کیجاتی ہے - یعنی اس زمانے مین بھی اگرچہ وہ مٹ
گئے - لیکن لکھے اور کہے خلیفہ جاتے ہین - اسی لحاظ سے سوائے سلطان ترکی کے اگرچہ کل
اسلامی حکمران اپنی اپنی جگہ خلیفہ ہین - لیکن سب سے زیادہ وقعت آلِ عثمان کی ہو کیونکہ گہوارہ انبیا
اُن کے ہاتھ مین ہے اور مقدس مقامات کی خدامی اُنھون نے نہایت خوش اسلوبی سے اب
تک نبھائی ہے - یہی بہت بڑی بات ہو - جو احترام اِسوقت مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کا کیا جاتا ہے
گزشتہ زمانہ مین اتنا نہین ہُوا - لاکھون روپیہ سالانہ کا اخراج سلطان المعظم نے اپنے ذمہ
لیلیا ہو اگرچہ وہ کبھی حج کرنے نہین آئے جیساکہ خلفائے راشدین آیا کرتے تھے لیکن اُن کی
طرف سے کل رسمین بطرزِ احسن انجام کو پہنچتی ہین -

ترکی مین حدود اللہ کا جاری ہونا

عام اعتراض یہ ہو کہ ترکی مین حدود اللہ کا اجرا نہین ہے - مثلاً قطع ید کا ہونا اور سود خواری
کی ممانعت - یہ دونون باتین عنقا صفت ہین - نہ قطع ید ہوتا ہے اور نہ سلطنت سود خواری سے
بچتی ہے - حتی کہ حجاز ریلوے کے چندہ کا روپیہ بھی عثمانی بنک مین کچھ سود پر جمع کردیا گیا ہے
عام خیال کے بموجب ایک اسلامی خلافت کیلئے سود خواری کتنی ناجائز بات ہو اور ایسا سلطان
یا خلیفہ جو سود خوار ہو اور اُسکی سلطنت مین حدود اللہ جاری نہون وہ کیون کر مسند خلافت پر
بیٹھنے کے قابل ہوسکتا ہے - یہ اعتراض ایک مذہبی دماغ کے لئے جسمین تعصب اور تنگی بھری
ہوئی ہو زیادہ موزون ہے - لیکن جو شخص اسلامی تمدن اور خلفائے سابقین کے طرزِ عمل سے

بجز بی واقف ہی وہ جانتا ہے کہ اس قسم کی کوتاہیان بشرطیکہ وہ کوتاہیان بھی تسلیم کیجائین خلافت مین کوئی نقص نہین پیدا کر سکتین۔ خلفائے بنی فاطمہ۔ بنو عباس اور بنو امیہ کے زمانہ مین تو وہ بے اعتدالیان ہوئی تھین۔ جنکی نظیر نہین ملتی۔ بنو امیہ اور بنو عباس کا آل نبی کو قتل کرنا بنی فاطمہ کا قتل و غارت اور بے گناہ مسلمانون کو برباد کرنا۔ اور اعتدال سے زیادہ عیاشی۔ یہ ایسے امور تھے جو ایک متعصب مذہبی دماغ مین انکی نفرت پیدا کر سکتے ہین۔ مگر آجتک کسی نے بھی ہون نہین کی۔ اگرچہ اُن کی کسیصورت سے بُرائی کیون نہ کیجائے۔ پھر بھی اُنہین خلیفہ کہا جاتا ہے۔

کسی بادشاہ یا خلیفہ کو سلطنت کے فرائض کی انجام دہی مین جو جو دقتین پیش آتی ہین اُسیکا دل خوب جانتا ہے۔ قدرتی مجبوریان جو ہر سلطنت کیساتھ جُڑوان پیدا ہوتی ہین کوئی حکمران اُنسے نہین نکل سکتا۔ جو حکمران ان مجبوریون کے پابند ہوئے اُنھون نے کامیابی سے سلطنت کی اور جنہون نے اِن مجبوریون سے نکلنا چاہا اُنھون نے نہ اپنے کو برباد کیا بلکہ عامۂ خلائق کا ستیاناس کر دیا اورنگ زیب اور اکبر کی حکمت عملی مین بہت بڑا تفاوت ہی۔ اکبر نے قدرتی مجبوریون کی پابندی کی تھی اسلیئے جدید سلطنت کو ایک غیر ملک مین استحکام ہوگیا اور مخالف مددگار بن گئے۔ مگر عالمگیر نے اِن مجبوریون سے قدم باہر نکالنا چاہا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اُسکی اولاد ایسی وسیع سلطنت کو نہ سنبھال سکی۔ اور ایسی برباد ہوئی کہ آج ایک انچہ زمین پر سلطنت مغلیہ کا قبضہ نہین ہی۔ اسمین کلام نہین کہ اورنگ زیب جیسا زبردست دل و دماغ کا حکمران اگر کوئی پیدا ہو جاتا تو سلطنت سنبھل سکتی تھی۔ لیکن ہمیشہ اچھے ہی نہین پیدا ہوا کرتے اور یہ بات قانون قدرت کے خلاف ہے اکبر اور اورنگ زیب کے اسلام مین تو شبہہ نہین دونون پکے مسلمان تھے۔ لیکن طریقہ جہانداری مین فرق تھا۔ اکبر اُن راجپوتون کو اپنا بنانا چاہتا تھا جنہین مفتوح ہونے پر بھی دم خم باقی تھے اور جنسے نئی طرز عمل سے اِس بات کو ثابت کرنا چاہتا تھا کہ اسلام اتنا خوفناک نہین ہے جتنا اُنسے

راجپوت سمجھتے ہین۔ اُسنے ڈاڑھی بھی منڈوائی تھی اور اپنی مان کے مرنے پر بھدرا بھی کرایا تھا
آفتاب کی پرستش ہندوئوں کی طرح کرتا تھا۔ اور اپنے آگے سجدے بھی کراتا تھا۔ اِس بات کا بھی
خواہشمند تہا کہ مین خلیفہ مشہور ہُون۔ اور بعض اوقات ایک آسمانی کتاب کے نزول کی بھی آرزو کرتا
تہا۔ جب ایک شخص نے دربار مین یہ کہا۔

شکر صد شکر کہ خیر البشرے پیدا شد   یک نبی رفت بجائے دگرے پیدا شد

تو اکبر بہت خوش ہُوا اور اُسے انعام واکرام دیا۔ سلام کا جدید طرز سے ایجاد کرنا اور آزادانہ طور
پر بعض مُلاؤن کی لمبی ڈاڑھیون پر قہقہہ اُڑانا اُسکی غیر معمولی آزادی بتاتا تہا۔ مگر اس عالیجاہ
خلیفہ یا بادشاہ یا شہنشاہ کی اسمین بہت بڑی حکمت عملی تھی۔ جو کچھ اُسنے کیا سچا مسلمان بن کے
اُسکے سارے افعال ظاہر طور پر اگرچہ خلافِ شریعت تھے لیکن اُن کا مفہوم ایک سچے مُسلمان
کیطرح تہا۔ اِس گہری اور لاثانی حکمت عملی نے اُن ہندوٗن سے جنہین ابھی بزور شمشیر زیر کیا تھا
اور جو اکبر اور اُسکے ساتھیون کو ملیچھ کہتے تھے اوتار کہلوا دیا۔ ہندوٗن کا متبرک فرقہ برہمن علانیہ
اکبر کو اوتار کہتا تہا۔ کاش اکبر بیس برس اور زندہ رہتا تو کل ہندوستان اِس اوتار کے مذہب
کی پیروی کرتا اور آج ہندوستان مین صرف ایک ہی مذہب ہوتا۔ راجپوتون مین اکبر اِسقدر
شیر وشکر ہوگیا تہا کہ اُنہون نے اپنی بیٹیان دیدی تھین۔ اِس سے کون انکار کرسکتا ہی جو شخص
اشاعت اسلام اور حمایت اسلام کے لیئے اِس قسم کے بعض افعال کا مرتکب ہو جو مذہبی نظرون
مین کھٹکتے ہون وہ شخص سچا امیر اور خلیفہ ہے۔ اور اس پر کوئی نکتہ چینی نہین کرسکتا۔

رہا اورنگ زیب۔ اُس نے سلطنت کی تمام قدرتی مجبوریون کو توڑ ڈالا تہا یہی
اُسکی اولاد کے حق مین بُرا ہُوا۔ اُسکی زبردست قوت۔ مستقل ارادے۔ بیمثال سپہ سالاری اور عجیب و
غریب مدبری کے آگے وہ تنزل جسکی بنیاد اِس حکمت عملی نے ڈالدی تھی۔ اُسکی زندگی مین مطلق

محسوس نہین ہُوا۔ لیکن وفات ہوتے ہی اُسکی علامتین پیدا ہونے لگین۔ اور چند ہی سال کے بعد اتنی بڑی سلطنت مین عام زلزلہ پڑ گیا۔ یہ ضرور ممکن تہا کہ اگر اورنگ زیب سے زیادہ زبردست اور قوی مدبر ہوتا تو سلطنت کا قیام دائمی ہوجاتا۔ مگر مغلیہ سلطنت کی قسمت مین جنگلی قومون کے ہاتھون پارہ پارہ ہونا تھا اچھا بادشاہ کیون کر پیدا ہوسکتا تھا۔ اکبر اور عالمگیر کی حکمت کا فرق اِن دو الفاظ مین معلوم ہوسکتا ہی۔ اکبر دلون پر قبضہ کرکے راجپوتون کو اپنا کرنا چاہتا تھا اور اورنگ زیب اُنہین زبردستی اپنا حلقہ بگوش بنانا چاہتا تہا۔ بس سوائے اِسکے کوئی فرق نہ تہا۔ سچّے مسلمان ہونے مین دونون کے کلام نہین۔

ایک متعصب مذہبی دماغ قدرت کے اِس گہرے راز سے واقف نہین ہی اور یہ مجبوری جو فی الحقیقت حدود اللہ سے تعبیر ہوسکتی ہی۔ انبیا کے طرز عمل مین بھی داخل رہی ہے حدیث صحیح ہی کہ ہمارے ہادی برحق نے حضرت بی بی عائیشہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد کیا کہ مین خانہ کعبہ کو دوسری طرز کا بنانا چاہتا ہون۔ مگر مجھے جُہلا سے خوف معلوم ہوتا ہی۔ وہ یہ کہنے لگین گے کیسا نبی ہے جو خانہ کعبہ کو ڈھاتا ہی۔ مین مصلحت نہین سمجھتا کہ فی الحال ایسا کرون۔ لو فرضنا اگر حضور انور ایسا کرتے تو بھی یہ فعل اگرچہ مذہبی متعصب آنکھون مین ناگوار گزرتا پھر بھی خدائے عرش و کرسی کے آگے کبھی ناجائز نہین ہوسکتا تھا۔ کوئی فعل بُرا نہین ہی بشرطیکہ نیک نیتی سے کیا جائے۔

انتظام سلطنت خلفائے راشدین کیوقت مین بھی شریک مذہب نہین کیا گیا جو انتظامی صورتین دفاتر محکمے۔ آبپاشی کے ذرائع۔ تنخواہ دار ملازمون کا رکھنا وغیرہ وغیرہ اِن کل باتون کو قرآن اور اُسکی تعلیم سے کیا سروکار تھا۔ قرآن مین کب لکھا تھا کہ مسلمان مسلمانون کو ذبح کرین۔ حضرت عثمان کو مسلمانون نے شہید کیا اور پھر بھی وہ مسلمان رہے۔ حضرت بی بی عائشہ اور حضرت

علی رضہ کی لڑائیون مین صدہا صحابہ شہید ہوئے۔ پھربھی طرفین مذہبی نظر مین واجب الاحترام ہے امیر معاویہ اور حضرت علی کی لڑائیون سے نفس اسلام اور مُسلمانون کو کتنا صدمہ پہنچا تو بھی ان دونون جلیل القدر صحابہ کا نام مذہبی عزت سے لیا جاتا ہی۔ اسیطرح بنو عباس نے بنوامیہ کی قبرین تک اُکھیڑ کے پھینکدین۔ اور کل خاندان کو جسنے سوا سو برس خلافت کی قتل کر دیا۔ لیکن ہمعصر علما نے اُنپر فتوائے کفر نہین دیا۔ اور نہ اُنھین اسلام سے خارج کیا۔ یہ واقعات قطع ید اور سود خواری سے کہین زیادہ خوفناک ہین۔ جہان یہ حدیث موجود ہو۔ جس مُسلمان نے مُسلمان کو عمدًا قتل کر دیا وہ دائمی جہنم مین رہے گا" دائمی جہنم کا رہنے والا کافر مطلق ہی۔ وہان لاکھون مسلمان لاکھون مُسلمانون کے ہاتھون ذبح ہو گئے۔ لیکن اُنپر کوئی اعتراض نہین کرتا۔ بنو عباس کے زمانے مین اہلبیت کے بعض امامون کا بغاوت کرنا اور مُسلمانون کا قتل ہونا۔ یہ خونی سلسلہ ایک زمانہ دراز تک چلا گیا۔ اور ہزارون مسلمان قتل ہوتے رہے تو بھی امام مالک جیسا جلیل القدر امام اور بے نفس فاضل ہارون الرشید کو خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین کہتا تھا۔ اور خود اس نے یا اسکے ہمعصر علما نے کبھی اُسکی خلافت پر جرح وقدح نہین کی۔ وجہ کیا تھی کہ ان خطا کاریون اور فرو گزاشتون پر بھی ائمہ ان سلاطین کو خلیفہ ہی تسلیم کرتے تھے اور ذرا بھی اُنکے خلاف کبھی نکتہ چینی نہین کیگئی۔ علاوہ ان بے اعتدالیون اور خونریزیون کے جو اوپر بیان ہوئین سب سے زیادہ لذائذ نفسانی حاصل کرنیکے لیئے فتوے لینا اور اُنپر عمل کرنا یہ باتین جو اکثر تاریخون مین درج کیگئی ہین اگر صحیح ہین تو صاف کھُلتا ہی کہ نفس خلافت کو ان باتون سے بھی کوئی سروکار نہین ہے۔

میرا خیال یہ ہے کہ یہ اور ان جیسی بہت سی باتین خلافت مین کوئی رخنہ نہین ڈال سکتین۔ دیکھنا صرف یہ ہی۔ آیا اسلام کو ان خلفا سے کوئی نقصان پہنچا یا فائدہ۔ اُنکے ذاتی

معاملات سے جسکا جواب وہ رب العرش کے حضور خود دے لینگے۔ ہمین کوئی واسطہ نہین ہے۔
اگر ایک شہنشاہ یا خلیفہ کا وجود اپنے لیئے برُا ہے۔ لیکن اسلام اور مُسلمانون کے حق مین
اچھا ہے تو اُسکی خلافت مین کیا نقصان آسکتا ہو۔ مسلمان مورخون نے غلطی سے ہمیشہ
ہر اسلامی امام اور بادشاہ کے ذاتی حالات بہت درج کیئے ہین اور اُسکی سیاسی قابلیت پر
بہت کم توجہ کی ہو۔ تاریخی اصُول پر مُسلمانون مین بہت کم کتابین لکھی گئی ہین۔ جہانداری کے
متعلق مسلمانون مین کتابونکی بہت قلت ہو۔ ہٰرون الرشید کے متعلق جو حالات ہمین ملتے
ہین وہ ایسے لغو ہین کہ اُن کا درج کتب کرنا کسیطرح بھی جائز نہین تہا۔ کیونکہ آیندہ نسلون کو
اِن واقعات کے سُننے سے کوئی فائدہ نہین ہوسکتا تہا۔ مثلاً یہ لکھنا کہ ہٰرون الرشید اپنی باپ
کی ایک حرم پر عاشق ہوگیا۔ اور امام محمدؒ سے جواز کا فتوٰے لیکے اُس سے تعلق پیدا کرلیا۔ اور
فتوٰے لینے سے پہلے اُس لونڈی کو کئی بار سمجہایا کہ تو میری حرم بن جا۔ لیکن اُسنے انکار کیا
اور کہا تجھے شرم نہین آتی کہ مین تیرے باپ کے استعمال مین آچکی ہُون تو مجھسے تعلق پیدا کرنا
چاہتا ہے۔ ہٰرون الرشید کا نہ ماننا اور اصرار کرنا پھر امام محمدؒ کا فتوٰے دینا اور ہٰرون الرشید کا
جبراً اُس سے تعلق پیدا کرنا۔ مین دریافت کرتا ہُون۔ اِن لغو اور مُہمل باتون سے تاریخ کو کیا
سروکار تھا۔ جن مورخون نے یہ واقعات لکھے ہین وہ ایسی روایتون کی صداقت کے ذمہ دار
ہین۔ ایک شہنشاہ کی گفتگو کو جو حرمسرائے مین ہوئی ہو۔ صاف صاف لفظاً لفظاً لکھدینا
اور پھر اُس گفتگو مین ایک لفظ کا بھی فرق نہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ روایتین گھڑی گئی ہین اور
سچ سے اُنہین کچھ بھی سروکار نہین ہے۔ جب ہارون الرشید اپنی لونڈیون یا اپنی بیویون
سے باتین کرتا تھا تو اُسوقت کون دوات قلم لیئے ہوئے بیٹھا رہتا تھا کہ زبان سے نکلا اور
لکھا۔ جب مسلمان مُورخ اِن فرضی واقعات کے پیچھے پڑگئے تو اُنکی نظر مین امور سیاسیہ کیطرف

نہین اُٹھین۔ اور اسیوجہ سے آجتک عربی مین ایسی کوئی کتاب نہین ملی جسمین معاملات جہانداری پر پُوری وضاحت سے بحث کی ہو۔ مگر ہم یہ کہتے ہین کہ باوجود اِن بُرائیون کے بھی کوئی شخص خلیفہ کے لقب سے محروم نہین کیا گیا۔ اور مخالفین نے بھی خلیفہ ہی کے نام سے پُکارا۔

ہان نکتہ چین یہ کہہ سکتا ہے کہ خواہ وہ کچھ ہی بدکار اور جابر کیون نہون۔ لیکن تھے حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی حق خلافت اُن ہی کا حصہ تھا اور وہ ہر حالت مین خلیفہ کہلائے جاسکتے تھے۔ حضور انور کے چچا کی اولاد اور پھر قریش اُن کا حق تھا کہ وہ خلیفہ بنین۔ دوسری قوم کا خواہ کیسا ہی متقی اور پرہیزگار ہو خلیفہ نہین بن سکتا اِس نکتہ چینی کا جواب یہ ہی کہ خلفائے بغداد نے سلطان محمود سبکتگین کے بیٹے کو جو ترکمان تھا کیون خلافت کا خطاب بخشا۔ اور کیون اُسے خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین کہا۔ امیر عبدالرحمن خان نے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہین کیون ضیاء الملۃ والدین امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔ اِسکی وجہ سوائے اِسکے اور کچھ نہین ہی کہ ہر بادشاہ اسلام خلیفہ ہوسکتا ہی اور خلیفہ ہونیکے لیئے قوم اور مُلک کی کچھ ضرورت نہین ہے سب خلیفہ ہوسکتے ہین۔ اور ایک ہی عہد مین صدہا خلیفہ ہوسکتے ہین۔ بشرطیکہ ان کا ملک علیحدہ ہو اور وہ سب مُسلمان ہون مُسلمان ہونیکی یہی علامت ہی کہ مسجدون مین اذان ہوتی رہے۔ شریعت اسلامی جُہلا کے قدمون کے نیچے کچلی جانیسے محفوظ رہے۔ مقامات مقدسہ کی تحریم اور تعظیم مین کوئی فرق نہ آئے مسلمانونکو کوئی صدمہ نہ پہنچے اور وہ آپسمین کٹ کٹ کے نہ مرجائین۔ رہا امور جہانداری۔ اسکی نسبت کوئی اعتراض نہین ہوسکتا۔ اگر قوانین مُلکی اور سیاسی ایک امر کو جائز اور ایک کو ناجائز قرار دیتے ہین تو ہم ہزارہا کوس پر بیٹھے ہوئے اُنپر اعتراض نہین کرسکتے۔ قطع ید اور سود خواری کو

امور سیاسیہ سے چندان تعلق نہین رہا ہے۔ اکثر مجبوریان یہ سب باتین کراتی ہین۔ شریعت
مین سود دینے اور لینے کا بالکل ایک ہی حکم ہے۔ مگر بڑے بڑے مشائخ اور علما اور متقی مسلمان
محض مجبوریون کی وجہ سے شریعت کے ایک حرام فعل کو نہایت آمادگی سے علی الاعلان کرتے
ہین اور وزا پروا نہین کرتے۔ چونکہ سب ہی ایک مرض مین مبتلا ہین۔ اسلیئے اُن پر "ایک
حمام مین سب ننگے" کی مثل عاید ہوتی ہے۔ اور وہ اسی لیئے ایک دوسرے کے آگے کان نہین
ہلاتے۔ سمجھنے کی بات ہی کہ شریعت نے اُن کے آگے دو چیزین پیش کی ہین۔ اور دونون ہی سے
معاملہ مین حرام کے متعلق ایک ہی حکم ہے۔ مسلمانون نے نہایت دانائی سے ایک چیز کو قبول
اور ایک چیز کو مردود کر دیا اور شریعت کے حکم کی مطلق پروا نہین کی اور وجہ یہ بیان کی کہ ہم
مجبور ہین بغیر اسکے چارہ نہین ہے یعنی ہماری موجودہ معاشرت اسکی مقتضی ہے کہ سود دین
مگر تماشہ کی بات یہ ہی جو شخص سود لینے پر اسیطرح مجبور ہوئے ہین جیسے سود دینے پر۔ تو
آخر الذکر ان پر اعتراض کرتے ہین اور اُنہین اچھی نظرون سے نہین دیکھتے حالانکہ دونون
مجرم ہین۔ اور دونون مین سے ایک کو بھی حق نہین ہے کہ ایک کو سزاوار عقوبت اور گنہگار
مسلمان خیال کرے۔ اپنی آنکھ کا شہتیر تنکا معلوم ہوتا ہے اور دوسری آنکھ کا تنکا شہتیر دکھائی
دیتا ہے۔ خیال کرنے کی جگہ ہے کہ ایک شخص یا ایک جماعت کی مجبوری سے ہمیشہ سلطنت
کی مجبوریان بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہین۔ موجودہ طرز جہانداری ایسی واقع ہوئی ہی کہ بغیر سود
لینے دینے کے چارہ ہی نہین ہے یورپ کے تعلقات یورپی مہاجنون سے وقت ضرورت
روپیہ قرض لینا۔ تجارتی معاہدے اور اُنپر کاربند ہونا۔ یہ ایسی مجبوریان ہین کہ بغیر سود کے
نہین چل سکتین۔

ہندوستان مین جو مسلمان یورپی مال کی تجارت کرتے ہین اُنکی تعداد ہزارون سے گزر گئے

لاکھوں پر پہنچی ہوئی ہے۔ ان تاجروں میں حاجی بھی ہیں حافظ بھی ہیں اعلی درجہ کے پاک مسلمان بھی ہیں۔ پانچوں وقت کے نمازی بھی ہیں۔ سخت مذہبی لوگ بھی ہیں۔ مگر سود کا لین دین سب میں موجود ہے۔ اور کوئی ایک تاجر بھی ایسا نہیں نکل سکتا جس نے سود کا لین دین نہ کیا ہو۔ اسمیں شبہ نہیں کہ یہ مسلمان تاجر دل سے نہ چاہتے ہوں کہ انہیں سود کا لین دین جاری رکھنا پڑے لیکن قواعد تجارت سے ناچار ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے خدا انکی مجبوریوں کو دیکھتا ہے۔ اسیطرح سلطنت ترکی پر نظر ڈالنی چاہیئے اور اُسکی تمام مجبوریوں پر نظر کرکے یہ فیصلہ کرنا چاہیئے کہ اگر آج یورپی تعلقات قطع کر دیئے جائیں اور تمام معاہدے دول یورپ کے توڑ دیئے جائیں تو ترکی کے دن سلامت رہ سکتی ہے۔ اور ترکی کی بربادی سے مقامات مقدسہ کی کیا گت بن سکتی ہے۔ علاوہ اور روزمرہ کی مجبوریوں کے قدرتی مجبوریوں کی ہم مثال دیتے ہیں جسپر کوئی نکتہ چینی نہیں کر سکتا۔ مثلاً روم روسیہ کی جنگ کے بعد جب برلن کی کانفرنس نے بہت بڑا تاوان جنگ ترکی پر ڈالا ہے تو اُسکی اقساط معہ سود مقرر ہوئی تھیں۔ کیا ترکی انکار کر سکتی تھی کہ ہم بلا سود روپیہ دینگے۔ کیونکہ ہمارے مذہب میں سود لینا اور دینا حرام ہے۔ ترکی اول تو ایسا کہہ نہ سکتی تھی اور اگر کہتی بھی تو اُسکی وقعت مجنون کی بکواس سے زیادہ نہوتی۔ اور اگر ترکی اپنے اس قول پر اڑی رہتی تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ اور کئی صوبے چھین کے بالجبر روسیہ کو دلوا دیئے جاتے۔ اور ترکی کا نام و نشان صفحہ ہستی سے مٹ جاتا۔

خداوند تعالی نے اس بات کا فیصلہ کر دیا ہے کہ جتنی جسکی قوت ہو اُسیقدر وہ مکلف کیا جاتا ہے۔ اپنی حیثیت سے زیادہ تکلیف اُٹھانی نفس کشی اور خودکشی ہے۔ رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں۔ لیکن ایسا شخص جو سخت کمزور اور مریض ہو گیا ہو اور روزہ رکھنے

سے اُسکی ہلاکت متصور ہو۔ طبیب بھی اُسے یہی فتوے دے چکے ہُون کہ روزے رکھے اور مرا اور پھر وہ روزے رکھکے مرجائے تو شریعت اسلام کے بموجب اُس نے خودکشی کی اور اس خودکشی کی جو سزا خداوند تعالی نے مقرر کی ہے وہ اُسے ضرور ملیگی۔

کچھ ہندوستان ہی مین قرآن مجید۔ احادیث اور فقہ کی تعلیم نہین ہوتی۔ ترکی مین بھی کلام الٰہی اور یہ مقدس کتب پڑھی جاتی ہین۔ وہان بھی بڑے بڑے علما ہین اور کل مذہبی علوم پر عبور رکھتے ہین۔ بڑے بڑے زاہد اور صوفی منش معرفت کے رستے طے کیئے ہوئے پاک نفوس رہتے ہین۔ شیخ الاسلام بھی خاص سلطنت کے جگر مین موجود ہین۔ کوئی شخص سلطنت ترکی پر سود کے لین دین پر اعتراض نہین کرتا اور نہ آجتک کسی کا اعتراض سُننے مین آیا۔ وہ لوگ روشن ضمیر ہین سلطنت کی مجبوریان اُنکی آنکھون کے آگے عیان ہین۔ اُصول سیاسی سے واقف ہین اور خوب سمجھتے ہین کہ بغیر اسکے چارہ نہین جب ہاتھ پیر قدرت نے کس دیئے ہون پھر کیا اعتراض ہو سکتا ہی۔ موجودہ سلطان کی نسبت یہ کہنا کہ اُسکی سلطنت مین سود کی داد وستد ہوتی ہی۔ اسلیئے وہ خلیفہ نہین ہوسکتا۔ محض لغو اور بے معنی اعتراض ہی۔

اسی طرح قطع ید کا معاملہ ہے۔ اگر بے چون وچرا یہ تسلیم کرلیا جائے کہ قطع ید حدود اللہ مین سے ہی اور جسنے حدود اللہ کے باہر قدم رکھا وہ مسلمان نہین ہوسکتا۔ اِن سب باتون اور توضیحات کو تسلیم کرنیکے بعد ہم اِسکا بھی وہی جواب دینگے جو اوپر دیچکے ہین۔ سلطان مجبور ہین تمام یورپ کی آنکھون کے آگے عیسائیون کو یہ سزا نہین دیسکتے۔ کیونکہ انکی عملداری مین عیسائی زیادہ ہین۔ اور اُن ہی کے محلون مین اِس قسم کے جرایم کا صدور ہوتا رہتا ہے۔ ترکی مین اتنا دم نہین ہے کہ تمام دنیا سے جنگ کرے۔ اور صرف قطع ید کی رسم جاری کرنیکے لیئے لاکھون مسلمانون۔ عورتون اور بچون کا خون کرائے اور وہ صوبے جنپر ہلال اُڑ رہا ہے

صلیب کا نشان اُڑوادے۔ یہ مسئلہ قدرتی ہی جو شخص مجبور ہے معذور ہے۔ اور اُسپر کوئی الزام نہین آسکتا۔

اگر ہم ایک بار خلفائے سابقین کی طرز جہانداری پر نظر ڈالین گے تو ہمین کُھلجائیگا کہ کوئی خلیفہ ایسا نہین گزرا جسکی سلطنت مین کچھ نہ کچھ مجبوری نہو اور مثل ایک انسان کے جو خطا و نسیان سے پُر بیان ہُوا ہی اُسمین خطاکاریان اور کمزوریان نہون۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر خاص مدینہ ہی مین کفر کا فتوےٰ لگایا گیا۔ ایک صوبہ کے مسلمانون نے بغاوت کر کے آپ کو شہید کر دیا۔ وجہ صرف یہ تھی کہ وہ عظیم اور وسیع سلطنت جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فتح کر کے چھوڑ گئے تھے اُسکے سنبھالنے کی آپ مین قوت نہ تھی۔ جبتک حضرت عمرؓ کا رعب بنا رہا آپ بآرام سلطنت کرتے رہے اور جب فاروقی اثر کم زور ہو گیا تو حضرت عثمانؓ شہید کر ڈالے گئے۔ باین ہمہ کسیکی مجال نہین ہی کہ ایک لفظ بھی آپ کی شان اطہر و اقدس مین زبان سے نکالے۔ آپ کا اسم مبارک خطبہ مین لیا جاتا ہی۔ اور کروڑ ہا سینون مین آپ کا احترام مثل حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے کیا جاتا ہے۔ یہی کیفیت حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی تھی۔ آپ بھی جہانداری کے اُصول سے مطلق واقف نہ تھے۔ تخت خلافت پر بیٹھتے ہی آپنے تجربہ کار گورنرون کو موقوف کر کے اپنے ناتجربہ کار بھائی بندون کو اُن کی جگہ مقرر کر دیا وہ لوگ گورنری حاصل کر کے عیش و عشرت مین پڑ گئے۔ بیت المال کا روپیہ اُڑا دیا۔ اور ہزارون لونڈی غلام اپنی خدمت مین رکھنے لگے یہ دیکھ کے حضرت علیؓ سے نہ رہا گیا آپ نے بہت غصہ کے خط لکھے اور اُنھین قتل کی دہمکی دی۔ اور صاف تحریر کر دیا کہ مین نے اپنا عزیز سمجھکے تمھین وہان بھیجا تھا۔ مجھے خبر نہین تھی کہ تم یہ گل کھیلوگے اور تم نے مجھے سخت دھوکا دیا۔ پھر بغیر مصلحت ملکی حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا اور امیر معاویہ سے جنگین اور

اخیر قبل از وقت کوفہ کی مسجد مین شہید ہوجانا یہ ساری باتین شہادت دیتی ہین کہ بحیثیت ایک حکمران اور خلیفہ کے حضرت علی مثل حضرت عثمان کے بہت کمزور تھے۔ اور کل فسادات ان ہی دو خلفا کے عہد مین برپا ہوئے۔ اسیطرح جتنے خلفا ہوئے ہین سب انسان تھے اور سب کے ساتھ انسانی کمزوریان لگی ہوئی تھین۔ ان کمزوریون کی وجہ سے کسی مسلمان کی مجال نہین ہوئی کہ اُنہین کچھ بھی الزام دے سکتا۔ مذہبی تعظیم اور چیز ہے۔ اور مورخانہ پہلو سے ہر خلیفہ کے واقعات زندگی کو دیکھنا دوسری چیز ہے۔

میری اس آزادانہ تحریر سے کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ مین ان بزرگون سے سوءظن رکھتا ہون حاشا وکلا۔ میرا ہرگز یہ خیال نہین ہے۔ مین بھی مثل اور مسلمانون کے اُن کا احترام کرتا ہون۔ میری آنکھون مین وہ بڑے معزز ومحترم ہین۔ اور مین جانتا ہون کہ دنیا کے اور مسلمانون سے اُن کے مذہبی عقائد بہت مضبوط اور استوار تھے اُن کا اتقا اور پرہیزگاری بڑھی ہوئی تھی۔ ہان معاملات سلطنت مین اپنی اپنی حکمت عملی تھی۔ اور وہ اُسی حکمت عملی پر کاربند ہوتا تھا۔ کسی مین جہانداری کی قابلیت بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اور کسی مین کم۔ بس اسیقدر فرق تھا باقی تھے سب حامی دین متین۔ اور اسمین شک کرنا سخت خیرہ چشمی اور سوء ادبی ہے

فیصلہ

جہان تک مجھے لکھنا تھا لکھ چکا۔ اور مذہبی رو سے یا بحوالہ تواریخ جو کچھ ثابت کرنا تھا کر چکا۔ پہلے صفحون مین جو کچھ بیان ہوا ہے اُسپر ایک عام نظر ڈالکے اِس رسالہ کو ختم کرتا ہون۔ امید ہے کہ میرے رسالہ کا ناظر

اِسے بغور پڑھے گا۔

قرآن مجید کی تفسیرون۔ حدیثون اور عربی مورخون کی رائے سے اِس بات کا ثبوت تو ملگیا کہ خلیفہ ہونے مین کسی قوم اور گروہ کی قید نہین ہے اور ہر سلطان بشرطیکہ حفاظتِ دین اچھی طرح کر سکے خلیفہ بن سکتا ہی۔ رہا یہ کہ جو مسلمان اُسے خلیفہ تسلیم کرین اُنپر خلیفہ کے احکام فوجداری اور دیوانی کا بھی اجرا ہو سکے۔ میرے خیال مین اِسکی کچھ ضرورت نہین ہی۔ کسی امر کا تسلیم کرنا اور چیز ہی۔ اور اِس تسلیم پر عملدرامد کرنا دوسری چیز ہی۔ محض اِس اخلاقی تسلیم سے کہ سلطان روم خلیفہ ہین ہمارا کچھ نقصان نہین ہو سکتا۔ کسی قسم کی سیاسی پیچیدگی نہین پڑ سکتی اور نہ یہ خیال گورنمنٹ برطانیہ کی نگاہون مین کھٹک سکتا ہی۔ ہم کل سلاطین اسلام کو خلیفہ مانتے ہین۔ لیکن سب سے زیادہ شرف سُلطان روم کو دیتے ہین اسلیئے کہ وہ نسبتًہ قوی بھی ہین اور مقامات مقدسہ بھی اُنکے قبضہ مین ہین۔ بس تمام تحریر کا ماحصل یہ ہی جو ہم نے بیان کیا

یورپ مین اِسکا بہت چرچا ہی۔ فرانس کے بعض اخبارات اِسی بحث سے

سیاہ دیکھے گئے ہین لیکن سب کی بحثین محض بے بنیاد ہین۔ اسلام اور اُسکے
اُصول سے کوئی واقف نہین ہے۔ اور سب بیوقوف بھیڑونکی طرح ایک ہی
کوئین مین گر گئے ہین۔ خلیفہ کا لفظ نہایت خوفناک پیرائے مین بیان کیا
جاتا ہے۔ حالانکہ یہ غلطی ہے۔ ہر قوم مین اپنے بادشاہ کیلئے ایک لقب ہے مثلاً
ایرانی اپنے بادشاہون کو کسرے کہتے تھے اور رومی اپنے شاہ کو قیصر۔ اسی
طرح اسلام مین لفظ خلیفہ ایک حکمران کیلئے نامزد ہوا۔ سلطان عبدالحمید خان
ترکی لحاظ سے سلطان اور اسلامی لحاظ سے خلیفہ کہلاتے ہین۔ اسیطرح ہر
اسلامی حکمران کے نام کیساتھ لفظ خلیفہ موجود ہے جتنے شہنشاہ ہوئے اور
جن جن ممالک مین ہوئے انہین علاوہ قومی لقب کے خلیفہ بھی کہا گیا ہے
سلطان مراکو اپنے کو خلیفہ کہتا ہے۔ سلطان زنجبار اپنے کو خلیفہ کہلوانے کا
شائق ہے۔ امیر عبدالرحمن خان نے بطور گورنمنٹ اپنے کو امیرالمومنین جو لفظ
خلیفہ کا مترادف ہے قرار دے لیا ہے۔ اسیطرح جتنے حکمران ہین سب کے ساتھ لفظ
خلیفہ موجود ہے۔ قرآن مجید مین جو اولی الامر کی اطاعت کا حکم ہے اس سے یہ
لازم آتا ہے کہ ہم سلطان رُوم کی اطاعت کرین حالانکہ یہ بات نہین ہے

سلطان روم ہم مین صاحب حکومت نہین ہین اسلیئے معاملات جہانداری مین ہم اُنکی اطاعت کیلئے مکلّف نہین کیئے گئے "مِنکم" کا لفظ صاف شہادت دیتا ہی کہ صاحب حکومت ہم مین سے ہو اُسکی ہم اطاعت کرین چونکہ سلطان ہم مین سے نہین ہین اسلیئے اُنکی اطاعت ضروری نہین ہان ہم اُنہین خلیفہ تسلیم کرتے ہین اور یہ تسلیم کرنا ہمارا اخلاقی اور مذہبی ہے جہانداری اور معاملات سیاسی سے اسکو کوئی تعلق نہین ہی۔ ہم مین سے نہین ہونیکے معنی قومی اختلاف و حکومت ہی۔ یعنی ہم دولت برطن کلان کے محکوم ہین اور وہ روم کے خودمختار حکمران جسطرح حکومت اور محکومی مین فرق ہی۔ اسیطرح ہم مین اور سُلطان روم مین فرق ہی۔ اگرچہ اسلامی لحاظ سے ہم سب بھائی ہین۔ ہم اِسوقت شہنشاہ ہند ایڈورڈ ہفتم کی رعایا ہین اور ہمین اسمین آسایش اور آرام ملتا ہی۔ ہمارے مذہبی حقوق آزاد ہین اور ہم بہت آزادی سے بآرام اپنی زندگی بسر کرتے ہین خدا ہماری گورنمنٹ کو خوش رکھے +

میرزا حیرت

تمت

پروسپکٹس یعنی اشتہار

دی اسلامیہ پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی - یعنی اسلامی کتب اور
یورپی زبانون کے تراجم (متعلق باسلام) شائع کرنیکا کارخانہ

سرمایہ کمپنی باختیارات ایزادی

مبلغ پچیس (۲۵۰۰۰) ہزار روپے

منقسم بر حصص تعدادی پچیس سو (۲۵۰۰) - فی حصہ مبلغ دس (۱۰) روپیہ بشرط
ادائیگی فی حصہ ہمراہ درخواست یکمشت بروقت منظوری درخواست
ادا کیا جائے گا - زر مابقا کا کچھ حساب نہین *

میرزا حیرت - مالک و اڈیٹر کرزن گزٹ مینیجنگ ڈائریکٹر و سکرٹری کمپنی ہذا
دفتر کمپنی - کوچہ پنڈت - شاہ گنج - دہلی -

یہ اسلامیہ کمپنی شہر دہلی مین محض ایک ایسا کارخانہ جاری کرنیکی غرض سے قایم کیگئی ہو جسمین اکثر اسلامی کتب کی اشاعت دیجائے گی۔ تمام دینیات کی عربی کتب کے ترجمے نہایت بامحاورہ اردو مین کیئے جاینگے اور انہین اعلیٰ پیمانہ پر طبع کراکے بہت ہی کم قیمت پر فروخت کیا جائیگا۔ حضور انور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سوانح عمری سے لیکے کل صحابہ۔ تابعین تبع تابعین مجتہدین، محدثین، مفسرین وغیرہ کی وقتاً فوقتاً سوانح عمریان طبع ہوتی رہین گی۔ اور ساتھ ہی جرمنی۔ فرانسیسی اور انگریزی اسلامی کتب کا ترجمہ بھی ہوتا رہیگا جس سے مسلمانون کو بہت بڑا فائدہ پہنچے گا۔

زبانِ اردو جسکے مٹانیکی یہ کوشش کیجارہی ہو اپنا سکہ محض اسلامیہ پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی کے طفیل سے ہندوستان مین بٹھا لے گی۔ عام طور پر مسلمانون کے ہاتھ وہ وہ کتابین لگین گی جو ابھی تک جرمنی۔ فرانسیسی یا انگریزی ذخائر مین چھپی ہوئی ہین جاری اس کمپنی سے ہندوستان کے لائق مصنفین اور مترجمین کو تصنیف اور ترجمہ کا حوصلہ ہوگا۔ اور انہین انکی محنت کا کافی معاوضہ دیا جائیگا

صحاح ستہ کا دوبارہ نظر ثانی کرکے اور اچھی طرح بامحاورہ اردو ترجمہ کرکے پارہ پارہ شائع کیا جائیگا اور جگہ جگہ ادق مضامین کا حل بھی کیا جائیگا۔ اسیطرح کل فقہی کتب کے نئے سر سے جدید ترجمے کیئے جائینگے

تھوڑی غور کے بعد ہر شخص خیال کرسکتا ہو کہ اس کمپنی سے مسلمانون اور ان کے مذہب کو کتنا بڑا فائدہ پہنچ سکتا ہو اسلیئے ایک حصہ کی **قیمت صرف دس روپیہ** رکھی ہو تاکہ ہر شخص بے قیل وقال خرید کرسکے۔ نہ اس کارخانہ کیلیئے بڑی تنخواہ والے انجنیر کے ولایت سے بلانے کی ضرورت ہو اور نہ زر خطیر خرچ کرکے کلون کے لینے کی حاجت ہو۔ فی الحال صرف دہلی کے ڈھلے ہوئے پریسون پر کام ہوگا اور یہ پریس کلون سے زیادہ بہتر کام دینگے

غرض حصہ دارون کے سرمایہ مین سے ایک پیسہ بھی بیکار صرف نہوگا۔ ہمین خدا کی ذات سے بہت بڑی امید ہو کہ اس اسلامی کام مین ہمین بہت بڑا فائدہ ہوگا اور جہان تک غور کیا جاتا ہو نقصان کی ہمین کوئی صورت نظر نہین آتی

مگر بہت اطمینان کی بات جو کسی کمپنی مین آجتک نہین ہوئی وہ یہ ہو اگر کسی حصہ دار کو اپنے خیال مین نقصان معلوم ہو تو وہ اپنے **حصص یا حصہ کو کرزن گزٹ کے ہاتھ فروخت کرسکتا ہی** اور کرزن گزٹ اس کا ذمہ دار ہے کہ مطالبہ خواہش پہنچتے ہی اسکا کل روپیہ اسے ارسال کردے۔ اصل رقم سے ایک پیسہ کم یا زیادہ نہ دیا جائے گا۔ اس سے زیادہ حصہ دارون کا اور کسی بات مین بھی اطمینان ممکن نہین۔ اس کمپنی کو لمیٹڈ اس وجہ سے نہین کرایا گیا ہے تاکہ کسی کارروائی کا اثر عام حصہ دارون پر نہ پڑے اور ہر حالت مین کرزن گزٹ ہی ذمہ دار رہے اور حصہ دار ہر طرح سے بالکل مبرا رہین

کمپنی کا انتظام براہ راست میرزا حیرت مالک و اڈیٹر کرزن گزٹ سے تعلق رکھتا ہی وہ خود اسکے منتظم بھی ہین اور ذمہ دار بھی ہین دو تین سال کے بعد ہی معلوم ہو جائیگا کہ اس اسلامیہ کارخانہ نے کتنی کتب دینی طبع کرائین اور کسقدر منافع حصہ دارون مین تقسیم کیا

ہم خرما و ہم ثواب کے یہی معنی ہین۔ اصل رقم محفوظ جب چاہین طلب کرسکتے ہین اور پھر دین کی امداد اور اسلامی کتب کی اشاعت مین معاونت۔ خدا کی ذات سے مجھے کامل امید ہو کہ اسکا سرمایہ **مبلغ پچیس ۲۵۰۰۰ ہزار روپیے** بہت جلد جمع ہوجائیگا اللہ کے بھروسے پر یکم اکتوبر ۱۹۰۹ء سے کام شروع کردیا ہے اور پندرہ روپیہ سیکڑہ سالانہ منافع تقسیم کرنے کا اشتہار بھی دیدیا گیا ہے۔ جسکی پہلی ششماہی ماہ اپریل ۱۹۱۰ء کو تقسیم ہوگی

(میرزا حیرت)